ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۷ مئی ۱۹۶۵ء
۵ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهٗ عِدْلُ مُحَرَّرَةٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ جس نے خدا کے راستہ میں ایک تیر چلایا تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ امام ابو داؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عَنْ اَبِيْ يَحْيٰى خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ لَهٗ سَبْعُمِائَةِ ضِعْفٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو یحیٰی خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کے لئے) کچھ خرچ کیا اس کے لئے اس کا سات سو گنا لکھا جاتا ہے — ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا حدیث حسن ہے۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُوْمُ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔ متفق علیہ

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن روزہ رکھے مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ اس دن کی برکت کی وجہ سے اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال کی مسافت کے بقدر دور کر دیتے ہیں۔

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ـ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جو شخص جہاد میں ایک دن روزہ رکھے اللہ رب العزت اس کے اور جہنم کے درمیان ایک خندق بنا دیں گے اور اس کی مسافت آسمان و زمین کے فاصلہ کے برابر ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهٗ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنَ النِّفَاقِ ـ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اس حال میں مر گیا کہ نہ جہاد کیا اور نہ ہی جہاد کا اس کے دل میں خیال آیا تو نفاق کی ایک خصلت پر اس کا انتقال ہوا۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ فَقَالَ: "اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ: حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ" وَفِيْ رِوَايَةٍ: "حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ" وَفِيْ رِوَايَةٍ "اِلَّا شَرَكُوْكُمْ فِي الْاَجْرِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ رِوَايَةِ اَنَسٍ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ جَابِرٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ایک جہاد میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ مدینہ میں کچھ آدمی ایسے بھی ہیں کہ جہاں جہاں تم سفر کرتے ہو اور جس وادی کو طے کرتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ مگر مرض نے ان کو روک رکھا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عذر نے ان کو روک رکھا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے مگر ثواب میں وہ تمہارے شریک ہیں۔ بخاری نے اس حدیث کو حضرت انسؓ کی روایت سے ذکر کیا ہے اور مسلم نے حضرت جابرؓ کی روایت سے اس کی تخریج کی اور الفاظ مسلم کے ہیں۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهٗ؟ وَفِيْ رِوَايَةٍ: يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، وَفِيْ رِوَايَةٍ يُقَاتِلُ غَضَبًا، فَمَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! بعض آدمی تو غنیمت کا مال حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ اور بعض اس لئے قتال کرتے ہیں کہ لوگوں میں چرچا ہو اور بعض اس لئے جہاد کرتے ہیں کہ لوگوں میں اس کا مرتبہ معلوم ہو۔ اور ایک روایت میں ہے (کہ بعض) بہادری کی وجہ سے اور بعض حمیّت قومی کی وجہ سے قتال کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بعض غصّہ کی وجہ سے جہاد کرتے ہیں۔ تو ان میں اللہ کے راستے میں کون سا جہاد ہے۔ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اس لئے جہاد کرے کہ خدا کا کلمہ (دین حق) بلند ہو۔ سو وہ خدا کے راستہ میں جہاد کرنے والا ہے۔

ضروری گذارش

مضمون نگار حضرات قرآن و حدیث کے اعراب اور حوالہ کا خاص خیال رکھا کریں۔

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

خدام الدین

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۰ | ۵ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ بمطابق ۷، مئی ۱۹۶۵ء | شمارہ ۵۱

جذبۂ ایمانی ہی کامیابی کی جان ہے

بھارت نے رن کچھ کے علاقے میں اپنی اشتعال انگیز کاروائی سے برصغیر پاک وہند کے خرمنِ امن کو تباہ وبرباد کرتے اور امریکی اسلحہ کے بل بوتے پر سرزمین پاک کے ایک ٹکڑے کو غصب کرنے کی جو ناپاک جسارت کی تھی اب اس کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔ پاکستانی فوجوں نے مجبور ہو کر بھارت کے خلاف جوابی کاروائی کی ہے اور اب پاکستان کے جیالے جوان سنتِ محمودی زندہ کرنے کے لئے سومنات کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ تازہ اطلاعات کے مطابق پاکستانی فوج سات سو مربع میل سے زیادہ علاقہ واپس لے چکی ہے اور بھارتی فوجی ہر مقابلہ میں بری طرح پسپا ہو رہے ہیں۔ ہر میدان میں پاکستانی فوج کو بفضلِ ایزدی غیر معمولی کامیابی ہوئی ہے اور انہوں نے ہندوستانی فوجیوں کو چھٹی کا دودھ یاد کرا دیا ہے۔ ہندوستانی فوج تمام علاقے سے سراسیمگی اور افراتفری کے عالم میں سر پر پاؤں رکھ کر فرار ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں پاکستانی فوج نے ان کا بے اندازہ اسلحہ اور گولہ بارود اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ ان کے متعدد ٹینک تباہ کر دیئے گئے ہیں، سینکڑوں بھارتی فوجی لقمۂ اجل ہو چکے ہیں اور کچھ پاکستان کی قید میں پڑے ہوئے اسیری کے دن گزار رہے ہیں۔

اس تنازعہ کا پس منظر یہ ہے کہ شمالی کچھ کا علاقہ جس کا رقبہ ۳½ ہزار مربع میل ہے ۱۹۴۷ء سے قبل بھی صوبہ سندھ اور کچھ کے حکمران کے درمیان متنازعہ فیہ تھا۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۶ء تک یہ علاقہ پاکستان کے قبضہ میں رہا اور حکومت پاکستان ہی اس کا نظم ونسق چلاتی رہی کیونکہ تقسیم ہند سے قبل یہ علاقہ سندھ کی حکومت کے زیرنگیں تھا اور وہاں صوبہ سندھ ہی کے قوانین نافذ تھے۔ ۱۹۵۶ء میں بھارتی فوجوں نے جارحانہ کاروائی کر کے پاکستانی پولیس "انڈس رینجرز" سے چھڈ بیٹ کی چوکی خالی کرا لی اور اس پر غاصبانہ قبضہ جما بیٹھا۔ رینجرز نے حکومت پاکستان سے بار بار درخواست کی کہ انہیں دشمن سے اپنی چوکی خالی کرانے کی اجازت دی جائے مگر حکومت پاکستان نے اس خیال سے کہ بات نہ بڑھنے پائے رینجرز کو سختی سے منع کر دیا۔ اور حکومتِ ہند سے گفت وشنید کے ذریعے اس تنازعہ کو حقیقت پسندانہ طریقہ سے سلجھانے کی کوشش کی۔ خود حکومت ہند نے ۱۱ر جنوری ۱۹۶۰ء کے معاہدہ میں اس علاقہ کو متنازعہ علاقہ تسلیم کیا۔ اور متعلقہ نقشوں وغیرہ کے مطالعہ کے بعد دوبارہ بات چیت سے اس تنازعہ کا تصفیہ کرنے کا عہد کیا۔ مگر اس جنوری میں ہندوستان نے نہایت عیاری اور ڈھٹائی کے ساتھ ۱۹۶۰ء کے معاہدہ کی خلاف ورزی کا پروگرام بنایا اور اپنی فوجیں متنازعہ علاقہ میں داخل کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ بھارت نے سردار، وجے کوٹ، بیاربیٹ اور کریم شاہی میں اپنی چوکیاں قائم کر لیں۔ پاکستان خاموشی سے اس کارروائی مطالعہ کرتا رہا اور اس نے کئی بار احتجاج بھی کیا لیکن بھارت پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ پاکستان کے صبر وتحمل اور حقیقت پسندانہ رویے کو بھارت نے پاکستان کی کمزوری پر محمول کیا اور اس نے رن کچھ میں اپنی جارحانہ کاروائیوں میں اضافہ کر دیا۔ بالآخر ۸ اور ۹ اپریل کی درمیانی شب کو بھارت نے ڈینگ میں پاکستانی چوکی پر حملہ بول دیا جس کے جواب میں پہلی مرتبہ پاکستان کے سرحدی رینجرز حرکت میں آئے تاکہ بھارتی جارحیت کا جواب دیا جا سکے اور بھارتی فوجوں کو متنازعہ علاقہ سے نکال دیا جائے۔ اس پر بھارت نے اپنی فوج کو رن کچھ کے علاقہ میں داخل کر دیا اور نئے مورچے قائم کرنے شروع کر دیئے۔ پاکستان نے جنگ بندی کی پیشکش کی اور تجویز پیش کی کہ دونوں فریق متنازعہ علاقہ سے اپنی فوجیں واپس بلا لیں مگر بھارت کے برخود غلط حکمران اس گھمنڈ میں مبتلا تھے کہ امریکہ اور برطانیہ سے حاصل کئے ہوئے بے اندازہ اسلحہ کی مدد سے وہ آسانی کے ساتھ پاکستان کو اپنی استعماری پالیسی اور ملک گیری کی ہوس کا نشانہ بنا لیں گے چنانچہ انہوں نے پاکستان کی کسی تجویز کو قبول نہ کیا اور بالآخر یہ بات واضح ہو گئی کہ بھارت کی پالیسی یہ ہے کہ جوناگڑھ، حیدر آباد اور جموں وکشمیر کی طرح رن کچھ کے پورے علاقہ پر قبضہ کر لیا جائے اور پھر یہ دعویٰ کر دیا جائے کہ یہ علاقہ سرے سے متنازعہ ہی نہیں ہے بلکہ ہندوستان کا اٹوٹ حصہ ہے۔ چنانچہ اس بناء پر پاکستانی فوجوں کو مجبوراً میدان میں اترنا پڑا اور بھارتی فوجوں کی پیش قدمی روکنا پڑی تاکہ بھارتی فوج رن کچھ کے علاقہ میں مزید چوکیاں قائم نہ کر سکے۔

پاکستانی مجاہدوں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کا میدان میں اترنا تھا کہ دشمنوں کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی اور وہ اپنی لاشیں، سامانِ جنگ اور اشیائے استعمال تک کو چھوڑ کر وحشت وسراسیمگی کے عالم میں میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور ہر میدان میں ہزیمت سے دوچار ہوئے۔ ہمارا یقین ہے کہ صرف چند معرکوں کے بعد بھارت کے سورماؤں اور امریکی وبرطانوی فوجی امداد کے نشہ میں بدمست بھارتی حکمرانوں کو یہ اندازہ ہوگا کہ پاکستانی سرحدوں کی طرف قدم بڑھانا خالہ جی کا گھر نہیں بلکہ موت کے منہ میں جانے کے مترادف ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ میدان جنگ میں کامیابی کے لئے صرف اسلحہ کی مقدار کافی نہیں ہوتی۔ کامیابی کے لئے قوتِ ایمانی، جذبۂ شہادت سے سرشاری۔ حب الوطنی اور اللہ پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کی ضرورت ہوتی ہے اور بحمداللہ تعالیٰ ہمارے جیالے فوجی نوجوانوں میں یہ تمام اوصاف موجود ہیں۔ راقم الحروف جس علاقہ میں رہتا ہے وہ فوجی علاقہ ہے اور میں نے بچشم خود مشاہدہ کیا ہے کہ جس دن سے رن کچھ میں معرکہ آرائی شروع ہوئی ہمارے جیالے اور قوتِ ایمانی سے سرشار فوجی جوانوں کے چہرے جوشِ جہاد سے تمتما اٹھے ہیں۔ ان کے عزم اور حوصلے بہت بلند ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ جنگ یا موت کا خوف ان کے قریب سے بھی نہیں گذرا۔ کیوں نہ ہو؟ وہ اس نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں جس نے اسلام اور ملک کی حفاظت کے لئے کٹ مرنے کو شہادت

(باقی صفحہ ۵ پر)

خطبہ جمعہ :- ۳۰ راپریل ۱۹۶۵ء، ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ

از حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

ایمان اور اعمالِ صالحہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ
رَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا
بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ o

(پ ۲۶ س الحجرات آیت ۱۵)

ترجمہ :- بے شک سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے (مسلمان) ہیں۔

حاشیہ شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

کامل مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہر بات کو تہ دل سے تسلیم کریں اور پھر اس میں کبھی شک نہ لائیں اور اپنے مالوں اور جانوں کے خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہ کریں

حاشیہ شیخ الاسلام رح

سچے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ اور رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے۔

سچے مومن کے اوصاف

مذکورہ بالا آیت میں سچے مومن کے حسب ذیل اوصاف بیان ہوئے ہیں۔

(۱) اللہ اور رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہے اور ان کی ہر بات کو تہ دل سے تسلیم کرتا ہے۔

(۲) اللہ اور رسول ﷺ کے معاملہ میں شک اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ شک ایمان کی ضد ہے اگر شک ہوگا تو ایمان کامل نہیں ہوگا اور اگر ایمان کامل ہوگا تو شک کا گزر بھی اس کے دل و دماغ میں بھی نہیں ہوگا۔

(۳) اللہ اور رسول کی راہ میں مال و جان دینے سے دریغ نہیں کرے گا۔

حاصل

یہ نکلا کہ سچے مومن کے لئے ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کی دولت سے مالا مال ہونا بھی ضروری ہے۔

اعمال صالحہ کی تعریف

ہر وہ عمل جو ایمان باللہ اور یوم آخرت پر ایمان کے تقاضہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں سرزد ہو اسے شریعت کی زبان میں عمل صالح کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ اور رسول پر پختہ ایمان کے ساتھ ان کی راہ میں مال و جان سے حاضر رہنا اور ان کے احکام میں رائی برابر شک نہ کرنا عمل صالح کی بہترین شکل ہے۔

ایمان اور اعمال صالحہ

قرآن عزیز میں کئی مقامات پر ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ذکر کیا گیا ہے اور ایمان اور اعمال صالحہ کے بدلے میں جنت کے باغات اور ان کے نیچے بہنے والی نہروں کی خوشخبری دی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا
الْاَنْھٰرُ ط

اور ان لوگوں کو خوشخبری دے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کے لئے باغ ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ
مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ

اسی طرح بیشتر مقامات پر اللہ رب العزت نے ایمان اور اعمال صالحہ کے بدلے میں جنت کے باغوں اور نہروں کے وعدے فرمائے ہیں۔

گویا

ایمان اور اعمال صالحہ ایک طرف رکھے ہیں۔ اور مقابلہ میں دوسری طرف باغات اور نہریں لائے ہیں۔

حاصل

اس کا یہ ہے کہ جس طرح باغات اور کھیتیاں نہروں اور پانی کی وجہ سے سرسبز و شاداب اور ہری بھری رہتی ہیں اور باغات اور کھیتوں کی زندگی کا انحصار جس طرح پانی پر ہے اسی طرح ایمان کی کھیتی اور اس کے باغ کو ہرا بھرا رکھنے کے لئے اعمال صالحہ کی ضرورت ہے۔ دوسرے الفاظ میں صاف طور پر یہ بتانا مقصود ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اعمال صالحہ کے بغیر ایمان قوی نہیں اور ایمان کے بغیر اعمال کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ، ایمان والوں سے ان الفاظ میں خطاب فرماتے ہیں

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا
رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ
یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خُلَّۃٌ
وَّلَا شَفَاعَۃٌ ط وَالْکٰفِرُوْنَ
ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ o (پ ۳ آیت ۲۵۴)

ترجمہ :- اے ایمان والو! جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے۔ اس سے خرچ کرو۔ اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر وہی ظالم ہیں۔

حاشیہ شاہ عبدالقادر رح

یعنی عمل کا وقت ابھی ہے آخرت میں نہ عمل بکتے ہیں نہ کوئی آشنائی سے دیتا ہے نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے

مطلب یہ ہے

کہ اس حیات مستعار کو غنیمت جانو اس زندگی میں جو کچھ کرو گے وہی کام آئے گا۔ اگر یہاں سے خالی ہاتھ گئے

اور ایمان و اعمال صالحہ ساتھ نہ ہوئے تو وہاں پچھتانا پڑے گا اور ذلت و خواری کا منہ دیکھنا ہو گا۔ وہاں تو بڑوں بڑوں سے اعمال کی پرسش ہو گی۔ کسی کی رشتہ داری، کسی کی سفارش، کسی کی وکالت کسی کی ضمانت کام نہ آئے گی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ (الانفال آیت ۲۰)

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم مانو اور سن کر اس سے مت پھرو۔

حاشیہ بیان القرآن

اے ایمان والو! اللہ کا کہا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کا کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم (اعتقاد سے) سن تو لیتے ہی ہو (یعنی جیسا اعتقاد سے سن لیتے ہو ایسا ہی عمل بھی کیا کرو)

زبانی جمع خرچ کی ضرورت نہیں

قولہ تعالیٰ:-

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ -

(الانفال آیت ۲۱)

ترجمہ:- اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں۔

حاشیہ شیخ التفسیر قدس سرہٗ

اطاعت میں زبانی جمع خرچ ہی نہ ہو۔ عمل کر کے دکھاؤ۔

خلاصہ

آیات بالا کا یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ کی آیتیں تمہارے سامنے شب و روز پڑھی جاتی ہیں اور تم ان کو سنتے ہو ایسا نہ کرو کہ ان کو سن کر ان سے روگردانی کر لو (دیکھو! ان آیات سے منہ نہ پھیر لینا۔ کیونکہ ان کے سوا اور کہیں سے تمہیں ہدایت نہیں مل سکتی تم سے پہلے ایسی قومیں گزری ہیں بلکہ خود تمہارے اندر بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو قرآن مجید کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو سن سن کر زبانی تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا مگر عمل اس کے خلاف کرتے ہیں۔ تم ہرگز ان جیسے نہ بنو یہ لوگ سنتے ہوئے بہرے ہیں۔ لہٰذا ان کا سننا نہ سننا برابر ہے۔ تمہیں ایسا نہ ہونا چاہیے۔

کامیاب مومن

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ۙ اِلَّا عَلٰٓي اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاۗءَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ۚ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰي صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ ۱۸- س المؤمنون آیت ۱ تا ۱۱)

ترجمہ:- بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر اس لئے کہ ان میں کوئی الزام نہیں۔ پس جو شخص اس کے علاوہ طلب گار ہو تو وہی حد سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدہ کا لحاظ رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہی وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔

حاصل

ان آیات کا یہی ہے کہ مومنوں کو کامیابی کے لئے آیات بالا میں بیان کردہ اعمالِ صالحہ کی پابندی کرنی چاہیئے۔ مومنوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ

(۱) نماز میں عاجزی کریں۔
(۲) بے ہودہ باتوں سے منہ موڑیں۔
(۳) زکوٰۃ باقاعدگی سے ادا کریں۔
(۴) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔
(۵) امانتوں اور ایفائے عہد کا خاص لحاظ رکھیں۔
(۶) اپنی نمازوں کی حفاظت کریں۔

ان ہدایات پر عمل کرنے سے مومن جنت کے وارث ٹھہریں گے۔ نتیجہ یہی نکلا کہ کامیابی کے لئے ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہم سب کو ایمان کے ساتھ ساتھ نیک اعمال کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں تا ابد ایمان اور اعمال صالحہ کی دولت سے مالا مال رکھے۔ آمین۔

بقیہ:- اداریہ

کا نام دیا ہے۔ اور مخالفین اسلام پر غالب آنے والوں کو غازی کا لقب دیا ہے موت تو مومن کے لئے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ مومن کا صرف لباس بدلتا ہے یہاں آنکھیں بند ہوتیں اور وہاں بارگاہِ رب العزت میں ابدی زندگی اور اس کی غیر فانی نعمتیں اور راحتیں حاصل ہو گئیں۔ بہر حال ہمارا یقین ہے کہ یہی عقیدہ مسلمان کو سربلند و سرفراز کرتا ہے اور اسی جذبے کے باعث وہ کامیاب و کامران ہوتا ہے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے فرمایا تھا

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ پر مکمل بھروسہ اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل ہی کامیابی کی جان ہے اور یہی جذبۂ ایمانی ہے جو ایک مومن کو کافر سے متمیز کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کو جذبۂ ایمانی کے مقابلہ میں ہر مقام اور ہر محاذ پر شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے اور اس نے جن مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے فوجی کاروائیاں کی تھیں ان میں اسے شدید ناکامی ہوئی ہے پاکستانی مجاہدوں نے اللہ کے فضل، اپنے جذبۂ ایمانی، جرأت مندی اور جان بازی سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقتور بھارتی فوج پر کامل برتری رکھتے ہیں اور بھارت جس محاذ پر بھی ان کے سامنے آیا انشاء اللہ تعالیٰ منہ کی کھائے گا۔

ہم اپنے فوجی بھائیوں کو ان کے کارناموں پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کے جیالے فرزندوں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال میں حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

مجلسِ ذکر بروز جمعرات ۲۹ر اپریل ۱۹۶۵ء

جہاد فی سبیل اللہ

از حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

محترم حضرات! صحت و تندرستی اللہ تعالیٰ کی بے مثال نعمت ہے۔ یہ دنیا کے خزانے خرچ کرنے سے بھی نہیں ملتی۔ اس نعمت کو غنیمت جانئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایئے۔ شکر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زبان سے شکر شکر کہتے رہیں۔ بلکہ انعامات الہیٰہ کا شکر ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نعمت کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ صحت و تندرستی سے تو نماز ۵ وقتہ مسجد میں با جماعت ادا کی جائے کہ زکوٰۃ و حج کی توفیق ہے تو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے۔ غرباء اور یتامیٰ کی مدد کرے۔ غرض اس انعام الٰہی سے اپنے فرائض کو ادا کر کے اللہ کی خوشنودی حاصل کرے۔ اگر اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔ تو دنیا اور آخرت میں کامیابی و کامرانی ہو گی اور ارشاد خداوندی کے مطابق انعامات میں اضافہ اور زیادتی بھی ہو گی۔

اِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَ اِنْ
کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْد

اگر تم شکر ادا کرو گے تو اور زیادہ دوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کیا تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو گھاٹے اور عذاب والے سودے سے بچائے اور نفع و زیادتی والے کام کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آج میں کچھ جہاد فی سبیل اللہ کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ جہاد فی سبیل اللہ کی تاکید فرمائی ہے اور مجاہد کی فضیلت اور برتری کو نمایاں فرمایا ہے۔

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ط
وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وَفَضَّلَ اللّٰهُ
الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۙ
دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ط
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

پ۵ - س نساء - ع ۱۳

ترجمہ:- برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت بلند کیا ہے جو اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر دیا ہے۔ یعنی بہت سے درجے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت والے ہیں

اس آیت کریمہ میں بھی کفار اور مشرکین سے جہاد کا حکم ہے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو۔ شرک اور کفر مغلوب ہو۔ لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ آج مسلمان اس سعادت سے محروم ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ مہاجرین اور انصار رضوان اللہ علیہم سخت سردی میں صبح ہی صبح کھدائی میں لگ رہے تھے ان حضرات کے پاس کوئی خادم یا غلام نہ تھا جو ان کی طرف سے اس کام کو انجام دیتا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس مشقت اور بھوک کو دیکھ کر فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَة
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَة

اے میرے اللہ بلاشبہ زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور اے اللہ ان انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما۔

انصار و مہاجرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ کی بات کا جواب دیا۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر جہاد کی بیعت کی ہے جب تک ہم باقی ہیں۔ (مسلم و ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مسلمان جہاد کی تیاری نہ کرے اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کا جذبہ و شوق موجود ہو تو وہ چاہے یہودی یا نصرانی رہے۔ ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہی الفاظ حضورؐ نے ان لوگوں کے متعلق فرماتے کہ جن کو اللہ نے دولت عطا کی ہے اور ان پر حج اور زکواۃ فرض ہے۔ پھر وہ حج اور زکواۃ ادا نہ کریں تو وہ چاہے یہودی یا نصرانی مریں۔ ہمیں ان کی کچھ پرواہ نہیں۔

آج مسلمانوں کا مقصود ہی بدل گیا ہے۔ کافری اور مسلمانی میں کوئی فرق نہیں جس طرح انگریز، ہندو وغیرہ کافروں کو دولت، مقصود، محبوب اور مطلوب ہے اسی طرح مسلمانوں کا مقصود دولت حاصل کرنا ہو گیا ہے۔ چاہے کسی طریقہ سے آئے۔ اصل مقصد جہاد فی سبیل اللہ، تبلیغ دین، احکام خداوندی کی پیروی کو بھول گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ نہیں رہا۔ حالانکہ رزق کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

وما من دابۃ فی الارض
الا علی اللہ رزقہا

دنیا میں سب جانداروں کے رزق کی ٹھیکہ دار اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

ہماری والدہ مرحومہ فرمایا کرتی تھیں۔ کہ شادی ہونے پر حضرتؒ سے میں نے پوچھا کہ آپ کے گھر کا خرچ کیسے چلتا ہے جبکہ آپ کچھ کام نہیں کرتے تو حضرتؒ نے ایک نہایت ہی عمدہ مثال فرمائی کہ گندم حاصل کرنے کے لئے کسان محنت و مشقت اور تکلیف برداشت

باقی صفحہ ۱۸ پر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

بصیرت افروز خطبہ

مرسلہ:- عبدالرحمٰن لدھیانوی ۔ شیخوپورہ

تبوک کے مقام میں ایک نماز کے بعد آنحضرت نے ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا تھا جو ذیل میں مع ترجمہ پیش کیا جاتا ہے تبدیلی صرف یہ کی گئی ہے کہ ہر کلمہ پہ نمبر شمار لگا دیتے ہیں

(۱) اِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ
ہر ایک کلام سے صدق میں سے بڑھ کر اللہ کی بات ہے۔

(۲) وَاَوْثَقَ الْعُرٰى كَلِمَةُ التَّقْوٰى
سب سے بڑھ کر بھروسہ کی بات تقویٰ کا کلمہ ہے۔

(۳) وَخَيْرُ الْمِلَلِ مِلَّةُ اِبْرَاهِيْم
سب ملتوں سے بہتر ملت ابراہیم ؑ کی ہے۔

(۴) وَخَيْرُ السُّنَنِ سُنَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

(۵) وَاَشْرَفُ الْحَدِيْثِ ذِكْرُ اللّٰهِ
سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے۔

(۶) وَاَحْسَنُ الْقَصَصِ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
سب بیانات سے پاکیزہ تر یہ قرآن ہے۔

(۷) وَخَيْرُ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا
بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں۔

(۸) وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا
امور میں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہے۔

(۹) وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ الْاَنْبِيَاءِ
انبیا کی روش سب روش سے خوب تر ہے۔

(۱۰) وَاَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّهَدَاءِ
شہیدوں کی موت سب قسم کی موت سے بزرگ تر ہے۔

(۱۱) وَاَعْمَى الْعَمٰى الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى
سب سے بڑھ کر اندھاپن وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو جائے۔

(۱۲) خَيْرُ الْعِلْمِ مَا نَفَعَ
بہتر علم وہ ہے جو نفع دینے والا ہو

(۱۳) خَيْرُ الْهُدٰى مَا اتُّبِعَ
بہترین روش وہ ہے جس پر لوگ چل سکیں۔

(۱۴) وَشَرُّ الْعَمٰى عَمَى الْقَلْبِ
بدترین اندھاپا دل کا اندھاپا ہے۔

(۱۵) وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنْ يَدِ السُّفْلٰى
بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے

(۱۶) وَمَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى
تھوڑا اور کافی مال اس بہتات سے اچھا ہے جو غفلت میں ڈال دے۔

(۱۷) شَرُّ الْمَعْذِرَةِ حِيْنَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ
بدترین معذرت وہ ہے جو جان کنی کے وقت کی جائے۔

(۱۸) وَشَرُّ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
بدترین ندامت وہ ہے جو قیامت کے دن ہوگی۔

(۱۹) وَمِنَ النَّاسِ لَا يَاْتِي الْجُمُعَةَ اِلَّا دُبُرًا
بعض لوگ جمعہ کو آتے ہیں مگر دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔

(۲۰) وَمِنْ لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ اِلَّا هَجْرًا
ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں۔

(۲۱) وَمِنْ اَعْظَمِ الْخَطَايَا لِسَانُ الْكَذُوْبِ
سب گناہوں سے زیادہ تر جھوٹی زبان ہے۔

(۲۲) وَخَيْرُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ
سب سے بڑی تونگری دل کی تونگری ہے۔

(۲۳) وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى
سب سے عمدہ توشہ تقویٰ ہے۔

(۲۴) وَرَاْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ
دانائی کا سر یہ ہے کہ خدا کا خوف دل میں ہو۔

(۲۵) وَخَيْرُ مَا وَقَرَ فِي الْقُلُوْبِ الْيَقِيْنُ
دل نشین ہونے کے لئے بہترین چیز یقین ہے۔

(۲۶) وَالْاِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ
شک پیدا کرنا کفر کی شاخ ہے

(۲۷) وَالنِّيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ
بین سے رونا جاہلیت کا کام ہے۔

(۲۸) وَالْغُلُوْلُ مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ
چوری کرنا جہنم کا سامان ہے۔

(۲۹) وَالْكَنْزُ كَيٌّ مِنَ النَّارِ
اور روپیہ کو گاڑ کر رکھنا آگ میں پڑنا ہے

(۳۰) وَالشِّعْرُ مِنْ مَزَامِيْرِ اِبْلِيْسَ
شعر شیطان کے آلات موسیقی میں سے ہے

(۳۱) وَالْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ
شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔

(۳۲) وَشَرُّ الْمَاْكَلِ مَالُ الْيَتِيْمِ
بدترین روزی یتیم کا مال کھا جانا ہے۔

(۳۳) وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ
سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے۔

(۳۴) وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ
اصل بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ ہی میں بدبخت ہو۔

(۳۵) وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهٗ
عمل کا سرمایہ اس کا بہترین انجام ہے۔

(۳۶) وَشَرُّ الرُّؤْيَا رُؤْيَا الْكَذِبِ
بدترین خواب وہ ہے جو جھوٹا ہے۔

(۳۷) وَكُلُّ مَا هُوَ اٰتٍ قَرِيْبٌ
جو بات ہونے والی ہے وہ بہت قریب ہے۔

(۳۸) وَسِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ
مومن کو گالی دینا فسق ہے۔

(۳۹) وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ
مومن کو قتل کرنا کفر ہے

(۴۰) وَاَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ
مومن کا گوشت کھانا (اس کی غیبت کرنا) اللہ کی معصیت ہے۔

(۴۱) وَحُرْمَةُ مَالِهٖ كَحُرْمَةِ دَمِهٖ
مومن کا مال دوسرے پر ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اس کا خون۔

(۴۲) وَمَنْ يَّتَاَلّٰى عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ
جو خدا سے استغنا کرتا ہے خدا اسے جھٹلاتا ہے۔

۴۳ وَمَنْ يَّغْفِرْ يَغْفِرْ لَهٗ
جو کسی کا عیب چھپاتا ہے خدا اس کے عیوب چھپاتا ہے۔

۴۴ وَمَنْ يَّعْفُ يَعْفُ اللّٰهُ عَنْهُ
جو معافی طلب کرتا ہے اسے معافی دی جاتی ہے

باقی صفحہ ۱۸ پر

عارف سیالکوٹی

عمرؓ کے نام پہ لاکھوں شہادتیں قربان

عمرؓ جری و عمرؓ جرات و عمرؓ جانباز
عمرؓ قوی و عمرؓ قوت و عمرؓ ممتاز

عمرؓ حدیثِ شجاعت، حکایتِ شمشیر
عمرؓ فسانۂ غزوات، قصۂ توقیر

عمرؓ وقارِ قیادت، عمرؓ شکوہِ جہاد
عمرؓ مجاہدِ بے باک و بندۂ آزاد

عمرؓ رفیع و عظیم و عمرؓ عروج و فراز
عمرؓ بلند عزائم، عمرؓ فلک پرواز

عمرؓ میان سے نکلی ہوئی نئی تلوار
عمرؓ کی ذات سراپا اشداء علی الکفار

عمرؓ کا نام شکوہ و جلال کا مظہر
عمرؓ کی شان سزاوارِ عظمتِ منبر

عمرؓ کے نام سے طاغوت لرزہ براندام
عمرؓ کی سطوت وہیبت سے سرنگوں اصنام

عمرؓ بشارتِ شوکت، عمرؓ نویدِ ظفر
عمرؓ کے پاؤں تلے تختِ کسریٰ و قیصر

عمرؓ قبول و عمرؓ قابل و عمرؓ مقبول
عمرؓ دعائے پیمبرؐ عمرؓ مرادِ رسولؐ

عمرؓ ضیائے حقیقت، عمرؓ رسولِ صفات
عمرؓ اذانِ محبت، عمرؓ نشانِ حیات

عمرؓ ادائے سلیمانؑ، عمرؓ عصائے کلیمؑ
عمرؓ نوائے مسیحؑ و ندائے ابراہیمؑ

عمرؓ سیادتِ اعلیٰ، امامتِ کبریٰ
عمرؓ صداقتِ اولیٰ، شہادتِ عظمیٰ!

عمرؓ ہے خاصۂ خاصانِ مومنین کرام
عمرؓ خلیفہ برحق، عمرؓ امیر و امام

عمرؓ مشیرِ پیغمبرؐ، عمرؓ سفیرِ نبیؐ
عمرؓ رفیق غنیؓ ہے عمرؓ شفیق علیؓ

عمرؓ کے نام پہ لاکھوں شہادتیں قربان
عمرؓ کی ذات پر صدہا ولائتیں قربان

یوم شہادت: یکم محرم الحرام

غزوۂ بدر کا محاذِ جنگ

مولانا مفتی محمد شفیع

غزوہ بدر کفر و اسلام کا وہ پہلا معرکہ تھا جس نے ظاہری اور مادی طور پر بھی اسلام کی برتری اور حقانیت کا ثبوت دیا۔ اس لئے قرآن کریم نے اس کی تفصیلات بیان کرنے کا خاص اہتمام فرمایا۔ سورۂ انفال میں اس کا بیان ہے جس کے ذکر میں بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کے علاوہ ایک خاص مصلحت کا اظہار ہے کہ اس معرکہ میں ظاہری اور مادی طور پر مسلمانوں کے فتح پانے کا کوئی امکان نہ تھا اور مشرکین مکہ کی شکست کا کوئی احتمال نہ تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی غیبی قوت نے سارے ساز و سامان اور ظاہری اسباب کی کایا پلٹ دی، اس واقعہ کی وضاحت کے لئے ان آیات میں غزوہ بدر کے محاذِ جنگ کا پورا نقشہ قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے۔ ان آیات کی تشریح سے پہلے چند الفاظ و لغات کی تشریح سن لیجئے۔

تشریح الفاظ

عدوۃ کے معنی ایک جانب کے آتے ہیں اور لفظ دنیا ادنیٰ سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں قریب تر۔ آخرت کے مقابلہ میں اس جہان کو بھی دنیا اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ عالم آخر کی نسبت انسان کی طرف قریب تر ہے۔ اور لفظ قصویٰ اقصیٰ سے بنا ہے اقصیٰ کے معنی ہیں بعید تر۔

تینتالیسویں آیت میں ہلاک اور اس کے مقابلہ میں حیات کا ذکر آیا ہے۔ ان دونوں لفظوں سے موت و حیات کے ظاہری معنی مراد نہیں۔ بلکہ معنوی موت و حیات یا ہلاکت و نجات مراد ہیں معنوی حیات اسلام و ایمان ہے اور موت شرکت و کفر قرآن پاک نے کئی جگہ یہ الفاظ اس معنی میں استعمال کئے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ

"اے ایمان والو تم کہا مانو اللہ و رسول کا جب تم کو وہ ایسی چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہاری حیات ہے"۔

مراد حیات سے وہ حقیقی حیات اور دائمی راحت ہے جو ایمان و اسلام کے صلہ میں ملی ہے۔

محاذِ بدر کا نقشہ

بیالیسویں آیت میں غزوہ بدر کے محاذِ جنگ کا نقشہ یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان عدوہ دنیا کے پاس تھے اور کفار میدان عدوہ قصویٰ کے پاس مسلمانوں کا مقام اس میدان کے پاس کنارہ پر تھا، جو مدینے سے قریب تھا اور کفار میدان کے دوسرے کنارے پر تھے، جو مدینے سے بعید تھا، اور ابو سفیان کا تجارتی قافلہ جس کی وجہ سے یہ محاذ کھڑا کیا گیا تھا، لشکر کفار سے قریب اور مسلمانوں کی زد سے باہر تین میل کے فاصلہ پر سمندر کے کنارے کنارے چل رہا تھا۔

اس نقشہ جنگ کے بیان سے مقصد یہ بتانا ہے کہ جنگی اعتبار سے مسلمان بالکل بے موقع غلط جگہ ٹھہرے تھے جہاں سے دشمن پر قابو پانے کا بلکہ اپنی جان بچانے کا بھی کوئی امکان ظاہری اعتبار سے نہ تھا۔ کیونکہ اس میدان کی وہ جانب جو مدینہ سے قریب تھی، ایک ریتلی زمین تھی، جس میں چلنا بھی دوبھر تھا، پھر پانی کی کوئی جگہ ان کے پاس نہ تھی اور مدینہ سے بعید والی جانب جس پر کفار نے اپنا پڑاؤ ڈالا تھا، وہ صاف زمین تھی اور پانی بھی وہاں سے قریب تھا اور اس میدان کے دونوں کناروں کا پتہ دے کر یہ بھی بتا دیا کہ دونوں لشکر بالکل آمنے سامنے تھے کہ کسی کی طاقت یا ضعف دوسرے سے مخفی نہ رہ سکتا۔ نیز یہ بھی بتایا کہ مشرکین مکہ کے لشکر کو یہ بھی اطمینان حاصل تھا کہ ہمارا تجارتی قافلہ مسلمانوں کی زد سے نکل چکا ہے۔ اب اگر ہمیں ضرورت پڑے تو وہ بھی ہماری امداد کر سکتا ہے اس کے بالمقابل مسلمان اپنی جگہ کے اعتبار سے بھی تکلیف و پریشانی میں تھے اور کہیں سے کمک ملنے کا بھی کوئی احتمال نہ تھا۔ اور یہ بات پہلے سے متعین اور ہر لکھے پڑھے آدمی کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور کفار کی تعداد ایک ہزار، مسلمانوں کے پاس نہ سواریوں کی تعداد کافی تھی اور نہ اسلحہ کی اس کے بالمقابل لشکر کفار ان سب چیزوں سے آراستہ تھا

اختلاف کا خطرہ

یہ سارا نقشہ جنگ بتانے کے بعد قرآن مجید نے یہ بھی بتا دیا کہ اگر تمام دنیا کی جنگوں کی طرح غور و فکر اور باہمی گفت و شنید کے بعد اس جنگ کی تاریخ اور مقام وغیرہ متعین کیا جاتا تو اس میں اختلاف ہو جاتا۔

اس اختلاف سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کا باہمی اختلاف ہو۔ کیونکہ جب مسلمانوں کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ ہماری تعداد سے تین گنا زائد لشکر پورے ساز و سامان کے ساتھ مقابلہ کے لئے آ رہا ہے، تو بہت ممکن تھا کہ ان کی رائے اس جنگ کی طرف اقدام میں مختلف ہو جاتی۔

کچھ لوگ یہی رائے دیتے کہ ایسے حالات میں جنگ کے لئے نکلنا ایک طرح کی خودکشی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہل اسلام اور اہل کفر کا اختلاف مراد ہو، کیونکہ مسلمان تو اپنی قلت تعداد اور بے سامانی کے سبب اس جنگ سے اختلاف کر سکتے تھے اور کفار کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا رعب ڈال رکھا تھا، وہ اس رعب کے سبب ممکن تھا کہ غور و فکر کا موقع ملتا تو جنگ پر اقدام نہ کرتے۔

قوت و ضعف کا معرکہ

پھر ارشاد فرمایا کہ۔

اللہ تعالیٰ نے ایسا موقع نہیں آنے دیا کہ اطمینان کے ساتھ غور و فکر اور معاملات طے کر کے جنگ کی طرف قدم اٹھائیں بلکہ دونوں طرف سے فوری اور اچانک اقدام کی نوبت آ گئی۔

مسلمانوں کی طرف سے تو اس لئے کہ شروع میں کسی مسلح لشکر سے جنگ کا احتمال ہی نہ تھا، بلکہ ابو سفیان کے تجارتی قافلہ پر چھاپہ مارا تھا۔ جس نے کوئی معرکہ شدید نہ تھا اور کفار کی طرف سے اس لئے کہ تجارتی قافلہ کی فریاد اور کمک و امداد کی اپیل نے ان کو بے سوچے سمجھے نکل کھڑے ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس سب کارروائی کا منشا یہ تھا کہ اللہ اس کام کی تکمیل کر دے جو اللہ کے علم میں ہونے والا تھا، یعنی قوت و ضعف کے معرکہ میں قوت و شکست اور ضعف کو فتح دینا جو تقدیر الٰہی میں طے ہو چکا تھا۔ اس کو پورا کر دکھاتے۔ پھر اس فتح و شکست سے چونکہ عام دنیا کی طرح فتح و شکست خود کوئی مقصد نہ تھا بلکہ مقصد اس سے آگے یہ تھا کہ مادہ اور ظاہر پرست کفار اپنی ساری مادی طاقتوں کی رسوائی اور ناکامی دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ حق مسلمانوں کے ساتھ ہے جس کا نتیجہ ہو کہ اب جو کفر پر رہے تو اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہو کر رہے کہ کفر باطل اور مردود ہے اور اس کو اختیار کرنے والا اپنی ہلاکت کو اپنے ہاتھ سے بلا رہا ہے اسی طرح جو اسلام کو اختیار کرے وہ بھی اس اطمینان کے ساتھ اختیار کرے کہ وہ حق کا ساتھی ہے اور حق اس کے ساتھ ہے۔ بطور استعارہ کے موت سے مراد کفر اور حیات سے مراد اسلام ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد غلط فہمی کا عذر تو ختم ہو گیا اب جو کفر اختیار کرے وہ بھی دیکھ بھال کر کرے اور جو اسلام اختیار کرے وہ بھی سوچ سمجھ کر کرے اللہ تعالیٰ بہت سننے والے جاننے والے ہیں۔ کہ سب کے دلوں میں چھپے ہوئے کفر و ایمان بھی ان کے سامنے واضح ہیں اور ہر ایک کی سزا اور جزا بھی۔

دعائے مغفرت

محترم شوکت حسین صاحب پی۔ اے ٹو ڈپٹی سیکرٹری ہوم کے برادر اصغر عبدالواجد صاحب عین عالم شباب میں اتوار کے دن حادثہ کا شکار ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہم بھائی شوکت صاحب اور ان کی بوڑھی والدہ (جو اپنی پیرانہ سالی کے باوجود گرلز اسکول آرا اے بازار میں تعلیمی خدمات سر انجام دے رہی ہیں) کے غم میں شریک ہیں اور قارئین خدام الدین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا فرمائیں۔

مرحوم نے اپنے پیچھے جواں سال بیوہ اور ایک ڈھائی سالہ بچی چھوڑی ہے۔

م۔ ح۔ ن آرا اے بازار لاہور

خواجہ فخر الدین نون بی اے-بہاولپور

رفقاءِ رسول

اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے جس کو جو کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کے نام قارئین کے پیش خدمت ہیں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے انہیں خود ان کاموں کے لئے چنا اور دین اسلام کی خدمت کرنے کا موقع عطا فرما کر رہتی دنیا تک ان کا نام روشن کر دیا۔

(۱) سب سے پہلے جنہوں نے اسلام قبول کیا

(۱) خواتین میں سے حضرت خدیجہ طاہرہ۔

(۲) پختہ شعور آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ

(۳) نوخیز جوانوں میں حضرت علیؓ۔

(۴) زیر نگیں طبقے سے حضرت زید بن حارثہ حضور کے آزاد کردہ غلام۔

عاقل بن بکیرؓ وہ ہستی تھی جس نے دارِ ارقم کے دورِ دعوت میں بیعت اسلام کی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جنہوں نے اسلام کا اظہار کیا وہ حضرت بن الارت تمیمی تھے۔

اسلام کی جمعیت میں پہلا اتفاقی قتل حضرت سعد بن ابی وقاص کے ہاتھوں ہوا۔ واقعہ یہ تھا کہ مسلم جماعت جب مصروف نماز تھی تو کفار نے شرارت کی۔ حضرت سعد نے ایک ہڈی اٹھا کر پھینکی جو ایک کافر کو جا لگی اور وہی اس کی موت کا باعث بنی۔

سب سے پہلا جوڑا جو خدا کی راہ میں ہجرت کے لئے نکلا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہؓ کا تھا۔

کعبۃ اللہ میں کلمہ اسلام کو باآواز بلند کہہ کر جنہوں نے سب سے پہلے مار کھائی وہ حضرت ابوذر غفاریؓ تھے۔

حضرت عمرؓ وہ ہستی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کا پرزور طریق سے اعلان کیا۔

حضرت حمزہؓ کے اسلام قبول کرنے پر کفار کو تحریک اسلامی کے زور پکڑنے کا یقین ہو گیا

اولین جان جو راہ حق میں قربان ہوئی وہ حارث بن ابی ہالہ کی حرم میں تھی۔

اسلام پر قربان ہونے والی پہلی خاتون حضرت سمیہؓ یاسرؓ کی اہلیہ اور حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں۔ ان پر بہت ظلم کئے گئے تھے۔

حضرت ابوسلمہؓ سب سے پہلے مہاجر مدینہ تھے۔

اسلام کی حمایت میں سب سے پہلے تلوار اٹھانے والے حضرت زبیر بن العوام تھے۔

مدینہ میں حضور کی دعوت سے متاثر ہونے والا پہلا نوجوان سویدؓ بن صامت تھے۔

جمعیت اسلام کے تحت سب سے پہلے حضرت عمیرؓ بن عدی الخطمی نے اپنی بہن عصماء بنت مروان جو کہ خطیمہ قبیلہ کو حضور کے خلاف بھڑکاتی تھی قتل کیا۔

جمعیت اسلام کے تحت عالم بن عمیر انصاری نے ابو غفلہ یہودی کو (مردوں میں سے) قتل کیا یہ حضورؐ اور مسلمانوں کے خلاف بدزبانی کرتا تھا۔

بیعت عقبہ ثانیہ میں جن انصاری صحابی کو سب سے پہلے بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا وہ براء بن معرور تھے۔

سب سے پہلے مدینہ میں جو قائم مقام حاکم حضورؐ کی طرف مقرر فرمائے گئے وہ حضرت سعد بن عبادہ تھے۔

حضرت حمزہؓ غزوہ ودان میں حضور کی رکاب میں اولین شرف علم برداری نصیب ہوا تھا۔

سب سے پہلے حضرت ابوبصیر وابوجندل نے سیف البحر میں آزاد اسلامی کیمپ قائم کیا

مکہ فتح ہوتے ہی جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلب تھے۔

معرکہ بدر میں سب سے پہلے مسلمانوں میں سے جنہوں نے جام شہادت پیا وہ مہجعؓ مولا عمر بن الخطاب تھے۔

معرکۂ بدر میں اسلامی لشکر کے تین اولین مبارز حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث بن عبدالمطلب تھے۔

مدینہ میں فتح بدر کا جنہوں نے سب سے پہلے مژدہ پہنچایا وہ زید بن حارثہ تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہادری کا اولین خطاب "سیف اللہ" حاصل کرنے والی ہستی حضرت خالد بن ولید تھے۔

مشرکین عرب میں سے حضور نے جس شخص کا ہدیہ پہلے پہل قبول فرمایا وہ ابوسفیان تھا۔

سابق غلاموں میں سے پہلا شخص جسے سالار لشکر بننے کا شرف حاصل ہوا، وہ زید بن حارثہ تھے۔

اصیرمؓ (بنی عبدالاشہل) وہ ہستی تھیں۔ جنہوں نے نہ کوئی نماز پڑھی اور نہ کوئی روزہ رکھا اور غزوہ احد میں شہادت کا رتبہ پا کر حضور کی زبان مبارک سے جنتی کہلوائے۔

حضرت خبیبؓ پہلے شہید تھے۔ جنہوں نے موت سے قبل نماز ادا کرنے کی سنت کا آغاز کیا۔

طلحہ بن عبداللہ بن ابی وہ پہلے نوجوان تھے۔ جنہوں نے اپنے منافق باپ کو قتل کرنے کی پیش کش حضورؐ کے سامنے کی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عصمت و عفت کی سب سے پہلے شہادت دینے والی ہستیاں۔

مردوں میں سے اسامہؓ بن زید

عورتوں میں سے بریرہؓ

ازدواج میں سے حضرت زینب بنت جحش

حضرت ابوبکر صدیقؓ اولین اور واحد ہستی تھیں جنہوں نے صلح حدیبیہ کے معاملے میں پورے اطمینان کا اظہار کیا۔

پہلا حکمران جو حلقہ بگوش اسلام ہوا وہ اصحم بن البحر شاہ حبش تھا۔

معرکہ احد میں مبارزت کا چیلنج سب سے پہلے حضرت علیؓ نے قبول کیا۔

سب سے پہلے اظہار فخر جو حضور کی نگاہ میں قبول ہوا وہ احد میں ابودجانہؓ کا تھا۔ جبکہ وہ حضورؐ کی تلوار لے کر اکڑ کر چلے۔

انجمن خدام الدین سوہدرہ کا اجلاس

آج انجمن خدام الدین سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت مولانا قاری محمد شریف صاحب قصوری صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم خطیب جامع مسجد سوہدرہ منعقد ہوا۔ اجلاس میں انجمن کے زیر اہتمام قائم کردہ مدرسہ قاسم العلوم کے مختلف شعبہ جات مثلاً شعبہ تجوید و قرأت۔ شعبہ حفظ ناظرہ۔ شعبہ ترجمۃ القرآن و تعلیم بالغاں کا تعلیمی جائزہ لیا گیا اور رفتار ترقی پر اظہار اطمینان کیا گیا۔

اللہ کے یہاں کا ثواب
اس چند روزہ
مال و دولت سے کہیں بہتر ہے

حاجی کمال الدین لاہور

(قصص ع ۸ قال الذین ..... حظ عظیم)

جو لوگ، طالب دنیا تھے وہ (تو قارون کی زیب و زینت کو دیکھ کر) کہنے لگے - کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم کو بھی ایسا ہی ساز و سامان ملتا جیسا کہ قارون کو ملا ہے - وہ تو بڑا صاحب نصیب ہے۔

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے تھا۔ ان کا چچازاد بھائی تھا۔ سو وہ کثرت مال کی وجہ سے ان لوگوں کے مقابلے میں تکبر کرنے لگا اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں سے بمشکل اٹھتی تھیں اور جب خزانوں کی کنجیاں اتنی تھیں تو ظاہر ہے کہ خزانے تو بہت ہی ہوں گے اور اس نے یہ تکبر اس وقت کیا تھا جب کہ اس کو برادری نے (حضرت موسیٰ وغیرہ نے سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تو اس مال اور دولت پر اترا مت، واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور تجھ کو خدا تعالیٰ نے جتنا دے رکھا ہے۔ اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش نہ کر اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی اس کے بندوں پر احسان کیا کر (اور خدا کی نافرمانی اور حقوق واجبہ ضائع کر کے) دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ فسادی لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ قارون نے (ان کی نصیحتیں سن کر یہ) کہا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا۔ (کہ میری حسن تدبیر سے یہ جمع ہوا۔ نہ اس میں کچھ غیبی احسان ہے نہ کسی دوسرے کا اس میں کوئی حق ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے قول پر عتاب فرماتے ہیں کہ)

کیا اس قارون نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گوشتہ امتوں میں ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے۔ جو مالی قوت میں بھی اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور (جماعتی حیثیت سے) مجمع بھی ان کا زیادہ تھا (یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں جہنم کا عذاب الگ رہا) اور مجرموں سے ان کے گناہوں کا معلوم کرنے کی غرض سے سوال بھی نہ ہو گا (کہ ہر شخص کا پورا حال خداوند کو معلوم ہے) مطالبہ کی وجہ سے سوال علیحدہ رہا۔ پھر (وہ قارون ایک مرتبہ) اپنی آرائش اور شان کے ساتھ اپنی برادری کے سامنے نکلا۔ تو جو لوگ (اس کی برادری میں) دنیا کے طالب تھے وہ کہنے لگے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو بھی یہ ساز و سامان ملا ہوتا جو قارون کو ملا ہے۔ واقعی یہ قارون بڑا صاحب نصیب ہے۔ (یہ تمنا اور حرص) مال کی تھی۔ اس سے ان لوگوں کا کافر ہونا لازم نہیں ہے۔ جیسا اب بھی بہت سے مسلمان دوسری قوموں کی دنیاوی ترقیاں دیکھ کر ہر وقت للچاتے ہیں اور اس کی فکر و سعی میں لگے رہتے ہیں کہ یہ دنیاوی فروغ ہمیں بھی نصیب ہو اور جن لوگوں کو علم دین اور اس کا فہم عطا کیا گیا تھا۔ وہ (ان حریصوں سے) کہنے لگے۔ ارے تمہارا ناس ہو (تم اس دنیا پر کیا للچاتے ہو) اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب (اس چند روزہ مال و دولت سے لاکھ درجے) بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور ان میں سے بھی کامل درجہ کا ثواب ان ہی لوگوں کو دیا جاتا ہے جو صبر کرنے والے ہوں اور پھر (جب ہم نے قارون کی سرکشی اور فساد کی وجہ سے اس کو محل سرائے کو زمین میں دھنسا دیا تو کوئی جماعت ایسی نہ ہوئی جو اس کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی کسی تدبیر سے بچ سکا (بے شک اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے اور کون بچ سکتا ہے) قارون پر یہ عذاب کی حالت دیکھ کر کل جو لوگ اس جیسا ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ رزق کی فراخی اور تنگی کا دار و مدار خوش نصیبی یا بدنصیبی پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے روزی کی فراخی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی دیتا ہے۔ (یہ ہماری غلطی تھی کہ اس کی فراخی کو خوش نصیبی سمجھ رہے تھے واقعی) اگر ہم پر اللہ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا دیتا۔ (کہ گناہ گار تو آخر ہم بھی ہیں ہی) بس جی معلوم ہو گیا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہے۔ (گو یہ چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ لیں) (بیان القرآن)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا (دنیادی) علوم میں بہت ترقی کی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حسد کرتا تھا۔

حضرت موسیٰؑ نے اس سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تم سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ موسیٰ اس نام سے تمہارے مالوں کو کھانا چاہتا ہے۔ اس نے نماز کا حکم کیا۔ تم نے برداشت کیا اور احکام جاری کئے جن کو تم نے برداشت کیا۔ اب وہ تمہیں زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے۔ اس کو بھی برداشت کرو۔ لوگوں نے کہا یہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔ تم ہی کوئی ترکیب بتاؤ۔ اس نے کہا میں نے یہ سوچا ہے کہ کسی فاحشہ عورت کو اس پر راضی کیا جائے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس کی تہمت لگائے کہ وہ مجھ سے زنا کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ انعام کا وعدہ کر کے اس پر راضی کر لیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر یہ الزام لگائے۔ اس کے راضی ہونے پر قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام آپ کو دیئے ہیں وہ بنی اسرائیل کو اور سب کو جمع کر کے سنا دیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پسند فرمایا اور سارے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور جب سب جمع ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے احکام بتانے شروع کئے کہ مجھے یہ احکام دیتے ہیں کہ اس کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ کرو۔ صلہ رحمی کرو اور دوسرے احکام

باقی صفحہ ۱۸ پر

از:۔ مولانا احمد صاحب ایم۔اے فاضل دیوبند لکھنو (انڈیا)

شہادتِ حسین رضؓ کی اہمیت

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سیّد المرسلین وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

یاایھا الذین اٰمنوا استعنوا بالصبر و الصلوٰۃ ط ان اللہ مع الصابرین ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاءٌ وّلکن لاتشعرون ولنبلونکم لشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ولبشر الصابرین الذین اذآ اصابتھم مصیبۃ قالوآ انا للہ وانّا الیہ راجعون ہ اولٰئک علیھم صلوٰت من ربّھم ورحمۃ واولٰئک ھم المھتدون ہ

ہر نمازی ہر نماز میں بلکہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے اور اس میں یہ دعا کرتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ یعنی اے ہمارے رب تو ہمیں راہ راست پر چلا جو راہ ہے ان لوگوں کی جن کو تو نے انعام دیا اور ان لوگوں کی راہ نہیں ہے جن پر غضب کیا گیا، اور جو بھٹک گئے۔

اس جگہ قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انعام دیا، قرآن مجید "کتاب مبین" یعنی بیان کرنے والی کتاب اور "شفا لما فی الصدور" یعنی سینوں کے امراض کی شفا ہے، انسان کے دل میں جو بھی شبہ ہوتا ہے اس کا ازالہ قرآن ہی ہو جاتا ہے۔ اس میں ہر سوال کا جواب موجود ہے بشرطیکہ اس میں غور کیا جائے، اس کا اسلوب بیان یہ ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تفسیر کرتا ہے۔ چنانچہ "الذین انعمت علیھم" کی تفسیر قرآن میں دوسری جگہ اس طرح کی گئی ہے۔ من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھدآء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ یعنی جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو ایسے اطاعت کرنے والے ان لوگوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ جن کو اللہ نے انعام دیا اور وہ انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ اچھے ساتھی ہیں، اس آیت سے شہادت اور شہید کی فضیلت واضح ہے۔ شہید کے معنے ہیں گواہ۔ حاضر ناصر وغیرہ جیسا کہ ان آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے وانہ علیٰ ذٰلک لشھید۔ شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ واولو العلم۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنابک علیٰ ھٰؤلاء شھیدا۔ وادعوا شھدائکم من دون اللہ کذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھدا علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب اوالقی السمع وھو شھید۔

چونکہ راہ خدا میں جان دینے والے بھی اپنے اس عمل سے خدا کی خدائی اور اس کے دین کی سچائی کی گواہی دیتے ہیں۔ اس لئے ان کو بھی شہید کہا جاتا ہے ایسے شہدا کے فضائل قرآن اور حدیث میں بکثرت بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً

انّ اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص۔

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بند ہو کر اس طرح لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون

جو کوئی اللہ کی راہ میں مارا جاتا ہے تم ایسے لوگوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں۔

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتاھم اللہ من فضلہ۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے تم ان کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور اللہ نے ان پر جو فضل کیا وہ اس سے خوش ہیں۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون۔

بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلہ میں خرید لئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔

اس سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے کہ اسلام نے جارحانہ جنگ کا حکم دیا ہے اور اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ اسلام عالمگیر صلح اور امن کا پیغام ہے وہ صرف مدافعانہ جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ کی تمام لڑائیاں مدافعانہ تھیں۔ اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے پہلے کفار نے تلوار چلائی اور مسلمانوں نے مجبور ہو کر اپنی اور دین کی حفاظت کے لئے تلوار سے ان کا جواب دیا اور یہ بات دنیا میں کسی کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہے۔

ایسی آیتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مسلمان شہادت کا آرزومند ہو گیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمنا کی اور فرمایا لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی یعنی میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں ...... غرض شہادت سے میرا جی نہ بھرے یہی جذبہ آپ نے تمام صحابہ رضؓ میں پیدا کر دیا

حضرت حنظلہ رضؓ اپنے مکان میں غسل کر رہے تھے کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست کی خبر سنی جس سے بے چین ہو گئے۔ چنانچہ غسل پورا نہیں کیا اور تلوار لے کر میدان میں پہنچے اور کفار کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور شہید ہو گئے۔

غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضؓ کے ہاتھ میں دیا۔ ایک کافر نے ان کا ہاتھ کاٹ دیا تاکہ جھنڈا گر جائے۔ لیکن انہوں نے اسے دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا تو انہوں نے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں کو ملا کر جھنڈے کو سینہ سے چمٹا لیا اور گرنے نہ دیا۔ آخر جب اس نے ان کو تیر مار کر شہید کر دیا تو وہ جھنڈا گرا جسے دوسرے مسلمان نے اٹھا لیا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جھنڈا گرنے نہ دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایرانی سپہ سالار کو جو خط لکھا اس کا یہ جملہ قابل لحاظ ہے۔ فان معی قوما یحبون الموت کما یحب الاعاجم الخمر" یعنی میرے ساتھ

جو لوگ ہیں ان کے نزدیک موت ایسی ہی محبوب ہے جیسے ایرانیوں کے نزدیک شراب اس لئے ان کا مقابلہ آسان نہیں ہے۔

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ترقی اور سربلندی کا راز یہی تھا۔ جو لوگ جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور موت سے نہیں گھبراتے وہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتے اس کے برخلاف جو لوگ موت سے ڈرتے اور جانی قربانی سے دریغ کرتے ہیں۔ وہ بزدل ہو جاتے ہیں اور کسی خطرہ کی تاب نہیں لا سکتے جو قومیں مرنا جانتی ہیں وہی زندہ رہتی ہیں۔ اور جو موت سے بھاگتی ہیں وہ فنا ہو جاتی ہیں، چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دوسری قومیں مسلمانوں پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح بھوکا کھانے کی رکابی پر گرا کرتا ہے۔ یہ سن کر صحابہؓ نے تعجب سے دریافت کیا کہ کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی لیکن تم میں "وہن" پیدا ہو جائیگا یعنی "حب الدنیا وکراھیۃ الموت" دنیا کی محبت اور موت سے نفرت) دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کی وجہ سے تم دین کے لئے جانی قربانی سے اعراض کرو گے اور بزدل بن جاؤ گے جس سے فائدہ اٹھا کر دوسری قومیں تم کو زیر کر لیں گی۔

قرون اولیٰ میں یہ شوق شہادت صرف مردوں سے مخصوص نہیں تھا بلکہ عورتوں اور بچوں میں بھی اسی قدر پایا جاتا تھا۔ جس کی بکثرت مثالیں ہیں۔ جن کو اتنے قلیل وقت میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے اس جذبہ کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔ "من المومنین رجال صدقوا ماعاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر" یعنی مومنوں میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا پس ان میں بعض ایسے ہیں جو منتظر ہیں یعنی کسی سبب سے ان کو ابھی جانی قربانی پیش کرنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ اس لئے وہ آئندہ موقع کا انتظار کر رہے ہیں۔

دنیا دارالمحن اور زندگی ایک رزم ہے اسلام ایک پیغام عمل ہے جو انسان کو زندگی کی تمام مشکلات پر غالب آنے کا پروگرام دیتا ہے۔ اس نے انسان کو آگاہ کر دیا ہے کہ ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات فبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم تم کو ضرور آزمائیں گے خوف اور بھوک اور مال اور جان اور پیداوار یا اولاد کے نقصان سے۔ پس ان صبر کرنے والوں کو بشارت دو جو مصیبت نازل ہونے پر کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں یعنی زندگی میں انسان کو ہر قسم کے خطرات پیش آئیں گے اور اسے ہر قدم پر دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا پس جو لوگ ان مشکلات میں راہ راست پر ثابت قدم رہیں اور اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھیں ان کے لئے بشارت ہے۔

صبر کا مطلب صرف زبان سے انا للہ کہنا نہیں ہے بلکہ اس کے مفہوم میں تین باتیں داخل ہیں یعنی نیکی پر قائم رہنا۔ بدی سے بچنا اور ان دونوں کاموں میں جو مشکلات پیش آئیں، ان کا مقابلہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی پوری زندگیاں صبر کا عملی نمونہ ہیں۔ ہر قسم کی شیطانی طاقتوں نے ان کو صراط مستقیم سے ہٹانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا اور کوئی ظلم ایسا نہیں تھا جو ان پر نہ کیا ہو لیکن وہ اپنے اصول سے بال بھر نہ ہٹے اور باطل سے نہ دبے اور اس آیت کے مصداق بنے۔

فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین۔

پس اللہ کی راہ میں ان پر جو مصیبت نازل ہوئی اس کی وجہ سے وہ سست کمزور اور مرعوب نہیں ہوتے اور اللہ صبر کرنے والوں یعنی حق پر قائم رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اسی مجسمہ صبر پیغمبرؐ کے نواسے تھے۔ آپ بھی اپنے جلیل القدر اور عدیم المثال نانا کے نقش قدم پر چل کر ہر آزمائش میں پورے اترے اور صبر و استقلال کا ایسا پائدار سبق دے گئے جسے دنیا تیرہ سو برس گذر جانے پر بھی نہ بھلا سکی۔

امام حسینؓ ۳ شعبان ۴ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے دوسرے صاحبزادے اور امام حسنؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں نواسوں سے نہایت محبت تھی۔ آپؐ ان کو کاندھوں پر چڑھاتے اور سینہ پر بٹھاتے تھے۔ اگر آپؐ سجدہ میں ہوتے اور حسنؓ یا حسینؓ پشت مبارک پر آجاتے تو آپ سجدہ کو طول دیتے تھے۔ اور اس وقت تک سر مبارک نہ اٹھاتے تھے جب تک کہ بچہ خود علیحدہ نہ ہو جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے دوران میں حسنؓ یا حسینؓ مسجد میں داخل ہوتے اور زمین پر گر جاتے تو آپؐ منبر سے اتر کر ان کو اٹھاتے اور پھر منبر پر تشریف لے جاتے۔ آپؐ نے فرمایا "الحسن والحسین سید الشباب اھل الجنۃ" حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں۔ الحسین منی وانا من الحسین حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں

۱۱ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت امام حسینؓ سات برس کے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کی وجہ سے حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمان رضی اللہ عنہم بھی آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور اپنی اولاد پر آپ کو ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے مال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے حسنؓ اور حسینؓ کو اپنے بیٹے عبداللہ سے زیادہ حصہ دیا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں دونوں صاحبزادے جوانی کی حدود میں قدم رکھ چکے تھے۔ اس لئے جہاد میں بھی شریک ہوئے ۴۰ھ میں جب حضرت علیؓ ایک خارجی کی تلوار سے شہید ہوئے تو امام حسنؓ ان کے جانشین ہوئے لیکن امیر معاویہؓ والی شام کے مقابلہ کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر ان کے حق میں دست بردار ہو گئے تاکہ مسلمانوں کا خون نہ بہے اور امیر معاویہؓ دنیائے اسلام کے بلا شرکت غیرے حکمران ہو گئے۔

امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین نامزد کیا اور اپنی زندگی میں تمام دنیائے اسلام سے اس کی بیعت کرا لی لیکن امام حسین اور دیگر چند حضرات نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اسے خلافت کا مستحق نہ سمجھتے تھے۔

امیر معاویہ نے اپنی وفات کے وقت یزید کو وصیّت کی کہ حسینؓ نے تیری بیعت نہیں کی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اہل عراق ان کو تیرے مقابلہ پر کھڑا کریں گے۔ اگر تجھے ان پر غلبہ حاصل ہو تو ان کو ہلاک نہ کیجیو یزید نے اس نصیحت کو قبول کیا۔

یزید نے تخت خلافت پر بیٹھ کر حاکم مدینہ

کو حکم دیا کہ حسینؓ سے بیعت لو۔ یزید کا یہ حکم کسی طرح قابلِ اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ تمام عالمِ اسلام اسے خلیفہ تسلیم کر چکا تھا۔ اور اس کے والد کی وصیت بھی یہی تھی کہ حسینؓ سے بیعت کا مطالبہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے صرف بیعت کا مطالبہ کیا اور امام حسینؓ کے قتل کا کوئی حکم صادر نہیں کیا۔ امام حسین نے حاکمِ مدینہ کے مطالبہ کو رد کر دیا اور مدینہ سے مکّہ چلے گئے۔

اہلِ کوفہ کو جب امیر معاویہؓ کے انتقال اور یزید کی تخت نشینی کا علم ہوا تو انہوں نے یہ سمجھ کر کہ یزید اپنے باپ جیسا مدبر اور زوردار نہیں ہے اور اس کا مقابلہ کرنا آسان ہے متعدد خطوط اور قاصد بھیج کر امام حسینؓ سے درخواست کی کہ آپ یہاں تشریف لائیے۔ ہم یزید کی خلافت سے بیزار ہیں اور آپ کو جائز خلیفہ سمجھتے ہیں اور آپ کی حمایت میں یزید کا مقابلہ کر کے اسے معزول کر دیں گے۔

امام حسینؓ کے دوستوں نے ان کو بہت سمجھایا کہ آپ کوفیوں کا بالکل اعتبار نہ کیجیے وہ متلوّن مزاج ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کے والد اور بھائی کا ساتھ نہ دیا وہ آپ کے بھی وفادار نہیں ہو سکتے۔ آج وہ آپ کو دعوت دے رہے ہیں اور کل آپ کو آنکھیں دکھائیں گے۔

امام حسینؓ نے خود روانہ ہونے سے پہلے بنظرِ احتیاط اپنے عمزاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل ابن ابی طالب کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ وہاں کے حالات کی جانچ کر کے اطلاع دیں تاکہ اہلِ کوفہ کے بیان میں کس قدر صداقت ہے اور حالات کے سازگار ہونے کی صورت میں کوفہ جائیں۔

اہلِ کوفہ نے بڑے جوش سے حضرت مسلم کا خیر مقدم کیا اور کثیر تعداد میں ان کی بیعت کی جس سے متاثر ہو کر انہوں نے امام حسینؓ کو لکھ دیا کہ یہاں کے حالات موافق ہیں۔ تمام باشندے آپ کے طرفدار اور جاں نثار ہیں۔ لہٰذا آپ تشریف لے آئیے۔ چنانچہ امام حسینؓ اپنے اہل و عیال اور رفقاء کو لے کر جن کی تعداد ستر کے قریب بتائی جاتی ہے مکّہ معظمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جب یزید کو حضرت مسلم کی جدوجہد کی اطلاع ہوئی تو اس نے ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کر کے حکم دیا کہ مسلم کی تحریک کا انسداد کرو اور حسینؓ کو کوفہ آنے سے روک دو۔ یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ اس نے ابن زیاد کو بھی امام حسینؓ کے قتل کا حکم نہیں دیا۔

ابن زیاد نے کوفہ آ کر حضرت مسلم کے حامیوں کو ایسی سخت دھمکیاں دیں کہ سب نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہی لوگ جو خیر خواہی اور جان نثاری کے بلند بانگ دعوے کر رہے تھے ڈر کر گھروں میں بیٹھ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مسلم مجبوری اور مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت وہ حسرت کے ساتھ کہتے تھے کہ کاش کوئی امام حسینؓ کو اہلِ کوفہ کی غداری سے آگاہ کر دے تاکہ وہ یہاں آنے کا قصد نہ کریں۔

امام حسینؓ کو راستہ میں حضرت مسلم کی شہادت کی خبر ملی لیکن آپ نے واپسی کی بجائے سفر جاری رکھا۔ جب ۲ محرم ۶۱ھ کو آپ کربلا پہنچے جو کوفہ سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر ہے تو حکومت کے لشکر نے آپ کو گھیر لیا۔ آپ نے صلح کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور مطالبہ کیا کہ آپ کو یزید کے پاس بھیج دیا جائے تاکہ آپ اس سے براہِ راست گفتگو کر لیں یا اجازت دی جائے کہ آپ ترکِ وطن کر کے جس ملک میں چاہیں چلے جائیں لیکن آپ کی یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی اور آپ کے سامنے صرف دو صورتیں رکھی گئیں یعنی یزید کی بیعت یا جنگ۔ آپ نے ایسی غیر مشروط بیعت یا اطاعت سے انکار کر دیا۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ جنگ کے بغیر فیصلہ نہیں ہو گا تو آپ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم بھی اپنی جانیں خطرے میں ڈالو۔ تم کو اختیار ہے کہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ لیکن سب نے متفق ہو کر کہا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ زندگی بھر آپ کے ساتھ رہنے کے بعد خطرے میں آپ کو چھوڑ دیں۔

۱۰ محرم کو لڑائی کا بازار گرم ہوا۔ امام حسینؓ اور آپ کے رفقاء نے شجاعت کے جوہر دکھا کر اپنی دیرینہ روایات کو زندہ کیا۔ لیکن مٹھی بھر آدمی ایک فوج کا مقابلہ کیونکر کر سکتے تھے۔ امام حسینؓ اور آپ کے بیٹے۔ بھتیجے۔ بھانجے۔ قرابت دار اور دیگر رفقاء شہید ہوئے۔ مردوں میں آپ کے صرف ایک فرزند امام زین العابدینؒ زندہ بچے کیونکہ وہ بیماری کے سبب سے جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔

اس کے بعد امام حسینؓ کے پسماندگان پہلے کوفہ اور پھر دمشق بھیجے گئے۔ اس زمانہ میں آج کل کی طرح خبر رسانی کے ذرائع نہیں تھے اس لئے یزید کو کربلا کے واقعات کا علم نہیں تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ امام حسینؓ اور آپ کے رفقا شہید کر دیئے گئے تو وہ چونک پڑا اور اس نے قاتلوں سے کہا کہ میں نے تم کو حسینؓ کے قتل کا حکم کب دیا تھا۔ تم چاہیئے تھا کہ ان کو گرفتار کر کے میرے پاس لاتے تاکہ میں خود ان سے براہِ راست گفتگو کر لیتا۔ خدا کی لعنت ابن زیاد پر جس نے یہ ظلم کیا۔ یہ کہہ کر اس نے قاتلوں کو دربار سے نکال دیا۔ اور امام حسینؓ کے اہل و عیال کو محل میں بھیج دیا۔ محل میں اس حادثہ سے کہرام مچ گیا۔ یزید اور اس کے خاندان نے تعزیت کی رسمیں ادا کیں۔ امام زین العابدین اور ان کے ہمراہی دو ہفتے یزید کے مہمان رہے۔ اس کے بعد یزید نے ان کے تمام مالی نقصان کی تلافی کر کے ان کو احترام کے ساتھ مدینہ منوّرہ واپس بھیج دیا۔

یہ ہے واقعہ کربلا جس کی یاد آج دنیائے اسلام میں منائی جا رہی ہے لیکن افسوس ہے کہ جس طرح مسلمانوں کے دوسرے اعمالِ دین کی حقیقی روح سے عاری ہو گئے ہیں اسی طرح عشرہ محرم کی یادگار بھی محض ایک رسم بن گئی ہے جس سے کسی قسم کا دینی اور دنیوی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور کوئی شخص اتنا بھی نہیں سوچتا کہ امام حسینؓ اور آپ کے رفیقوں کی شہادت سے ہم کو کوئی سبق بھی ملتا ہے یا نہیں۔ کیا اس کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم کپڑے پھاڑیں۔ بال نوچیں۔ سینہ کوبی کریں۔ آگ میں کود دیں۔ چلائیں اور ڈھول بجائیں اگر امام ہمام کی شہادت کا تقاضا یہی ہے تو میرے نزدیک یہ ان کی سب سے بڑی تنقیص ہے۔

امام حسینؓ کی شہادت کا پہلا درس یہ ہے کہ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ

بے شک اللہ نے مومنوں کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔ یعنی مومن کی جان اور مال اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور مومن کے پاس امانت کے طور پر رکھے ہوئے ہیں۔ لہٰذا امانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ راہِ حق میں جانی قربانی کا مطالبہ ہو تو جان پیش کر دی جائے۔ یہی سچے ایمان کی شان ہے۔ امام حسینؓ اس آیت کی عملی تفسیر بن گئے۔

شہادت حسین کا دوسرا درس یہ ہے کہ افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر (الحدیث) یعنی سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ ظالم حاکم کے سامنے سچی بات کہی جائے کیونکہ اس میں جان کا خطرہ ہے۔ امام حسینؓ نے اس تعلیم کا عملی نمونہ پیش کیا۔ یزید نے آپ سے بیعت کا مطالبہ کیا مگر آپ نے اس کو خلافت

کا مستحق نہ سمجھ کر انکار کر دیا جس کی وجہ سے آپ پر مصائب کا پہاڑ نازل ہوا۔ لیکن آپ کے قدم کو لغزش نہ ہوئی اور آپ کا سر باطل کے سامنے نہ جھکا۔ آپ بڑے سے بڑے خطرے کو بھی خاطر میں نہ لاکر اصول پر قائم رہے اور اپنے عمل سے بتا دیا کہ اصول اور صداقت کے لئے اس طرح جان دی جاتی ہے۔"

سرداد نداد دست در دست یزید

کربلا میں امام حسینؓ کے ہمراہی مٹھی بھر تھے اور آپ کا مقابلہ اس زمانہ کی سب سے بڑی سلطنت سے تھا لیکن آپ کو اپنے برحق ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ باطل کی کثرت سے مرعوب ہو کر اصول و صداقت سے دستبردار نہ ہوئے۔ اور مقصد کیلئے لڑتے ہوئے جان دے کر زبان حال سے بتا دیا کہ انسان کو بہر حال اپنا کردار بلند رکھنا چاہیئے اور راہ حق میں قلت وکثرت کو نہ دیکھنا چاہیئے۔

کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة

انسان اپنے قول سے نہیں بلکہ عمل سے پرکھا جاتا ہے۔ دعویٰ بلا دلیل کسی دنیوی عدالت میں بھی تسلیم نہیں کیا جاتا۔ خدائی عدالت میں کیونکر مقبول ہو سکتا ہے۔ دنیا میں ہر شخص خدا سے محبت کرنے کا مدعی ہے۔ لیکن خدا تعالے نے اپنے احکام کی اتباع کو اس دعوے کی صداقت کا معیار قرار دیا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اے نبی ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت کا دعویٰ ہے تو میری اتباع کرو، یعنی میں جو احکام الٰہی لے کر آیا ہوں ان کو بجا لاؤ تو اللہ تعالے تم سے محبت کرے گا۔

اعراب نے مومن ہونے کا دعوے کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کو صرف اس بناء پر رد کر دیا کہ وہ عمل کی کسوٹی پر پورا نہ اترتا تھا۔ قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ ولما یدخل الایمان فی قلوبکم

امام حسینؓ اور آپ کے رفقا کی جو آزمائش کی گئی وہ اس میں پورے اترے اور "رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ" کے مصداق ٹھیرے اس کے برخلاف ان کے قاتل امتحان میں ناکام رہے۔ وہ امام حسینؓ کے حامی اور عشاق اور جاں نثار ہونے کا دعوے کرتے تھے۔ اور انہوں ہی نے خطوط اور قاصد بھیج کر ان کو کوفہ بلایا تھا لیکن جب ابن زیاد نے ان کو سخت سزا کی دھمکی دی اور دولت و ریاست کے سبز باغ، دکھائے تو تمام عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھ کر انہی

حضرات کے گلے کاٹنے لگے جن پر درود وسلام بھیجتے تھے تاکہ دنیا حاصل ہو جائے چاہے دین برباد ہو جائے اس سے ثابت ہوا کہ ان کے عشق حسینؓ کے دعوے محض زبانی تھے جن کا عملی ثبوت دینے سے وہ قاصر ان کے پہلو میں ایسے دل تھے جن کا بہت شور سنتے تھے لیکن چیرنے پر ایک قطرہ خون نہ نکلا۔ لم تقولون مالا تفعلون

حدیث میں ہے کہ جو کوئی مخلوق کو راضی کرنے کے لئے اللہ کو ناراض کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سزا یہ دیتا ہے کہ اسے مخلوق ہی کے حوالہ کر دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو وہ پہلے ناراض کر چکا ہوتا ہے مخلوق بھی اس سے راضی نہیں ہوتی۔ امام حسینؓ کے قاتلوں نے دنیا کے لالچ میں حکومت کو خوش کرنے کے لئے امام حسینؓ اور ان کے رفقا کا خون بہایا لیکن حکومت بھی اس سے خوش نہ ہوئی اور ان کو دنیا بھی نہ ملی جس کے لئے انہوں نے اپنے دین کو نظر انداز کر دیا تھا۔ کسی کو نہ عہدہ ملا نہ ریاست نہ دولت نہ کوئی اور صلہ۔ کچھ عرصہ بعد سب کے سب قتل حسینؓ کی پاداش میں ذلت کے ساتھ ہلاک کئے گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مبادا دل آں فرومایہ شاد
کز بہر دنیا دہد دیں بباد
کجا عقل یا شرع فتویٰ دہد
کہ اہل خرد دیں بدنیا دہد

معرکہ کربلا میں بظاہر حکومت کی فتح ہوئی اور امام حسینؓ کو شکست کیونکہ آپ اور آپ کے رفقاء شہید ہوئے اور حکومت بنی امیہ بدستور قائم رہی لیکن یہ خیال فتح وشکست کے غلط تصور پر مبنی ہے۔ در اصل اخلاقی اور روحانی فتح امام حسینؓ ہی کی ہوئی۔ آپ کا نام آج تیرہ سو برس بعد بھی تاریخ کے صفحات پر آفتاب سے زیادہ آب وتاب کے ساتھ روشن ہے اور آپ کا پیغام زندہ جاوید ہے، اہل دنیا کے حافظہ میں آپ کی شہادت کا واقعہ صدیاں گزر جانے پر بھی ایسا تازہ ہے گویا آج ہی ہوا ہے آپ کی جسمانیت ختم ہو گئی۔ لیکن روحانیت باقی ہے جو کلام اللہ کی اس آیت کی تصدیق کر رہی ہے۔ لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء

اس کے برخلاف آپ کے قاتلوں کا نام لیوا آج کوئی نہیں ہے اور یہی حق وباطل میں تمیز کرنے کا سب سے بڑا معیار ہے۔

جاء الحق وزھق الباطل

سعدیا مرد نکو نام نمیرد ہرگز
مردہ آنست کہ نامش بنکوئی بزند

واقعہ کربلا محرم ۶۱ھ میں ہوا۔ لیکن محرم کا مہینہ اس سے پہلے ہی اہم اور مقدس مانا جاتا تھا حدیث میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الصیام بعد شہر رمضان شہر اللہ المحرم رواہ الترمذی (حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے بعد مہینہ محرم کے روزے افضل ہیں۔

ایک صحابی نے دریافت کیا یا رسول اللہ ای شہر تامرنی ان اصوم بعد شہر رمضان (یا رسول اللہ آپ ماہ رمضان کے بعد مجھے کس ماہ کے روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟) آپؐ نے فرمایا ان کنت صائما بعد شہر رمضان فصم المحرم فانہ شہر اللہ تعالیٰ فیہ یوم تاب فیہ علیٰ قوم ویتوب فیہ علیٰ قوم آخرین (اگر تم ماہ رمضان کے بعد روزے رکھنا چاہتے ہو تو محرم میں رکھو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اس میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور اسی دن ایک اور قوم کی توبہ قبول کرے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامر بصیام یوم عاشورہ ویحثنا علیہ۔ فلما فرض رمضان لم یامرنا ولم ینھنا عنہ ولم یتعاھدنا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشورا یعنی دسویں محرم کے روزے کا حکم دیتے تھے اور ہم کو اس کی ترغیب دیتے تھے جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو آپؐ نے ہم کو عاشورہ کے روزے کا حکم دیا نہ اس سے منع کیا اور نہ اس کے متعلق عہد لیا۔

صحیحین میں ہے کہ قدم رسول اللہ المدینۃ فرای الیھود تصوم یوم عاشورا فقال ما ھذا قالوا یوم صالح انجی اللہ فیہ موسیٰ وبنی اسرائیل من عدوھم فصامہ فقال انا احق بموسیٰ منکم فصامہ وامر بصیامہ (جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشورے کے دن روزہ رکھتے ہیں آپ نے فرمایا یہ کیسا روزہ ہے لوگوں نے کہا کہ یہ ایک مبارک دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دلائی تھی۔ اس لئے موسیٰ نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں موسیٰؑ کا حقدار تم سے زیادہ ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ کا حکم دیا)

ایک اور روایت میں ہے کانوا یصومون عاشوراء قبل ان یفرض رمضان وکانوا یوما تستر فیہ الکعبۃ فلما فرض رمضان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شاء ان یصومہ فلیصمہ ومن شاء ان یترکہ فلیترکہ (رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے لوگ عاشورے کو روزہ رکھا کرتے تھے اس دن کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس دن روزہ رکھنا چاہے رکھے اور جو نہ رکھنا چاہے نہ رکھے۔

عاشورا محرم کے متعلق روزے کے سوا کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ خیر خلقہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ الطاہرین و اصحابہ اجمعین۔

حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی کا

طلباءِ حفظ جامعہ مدنیہ کیمبل پور کو خطاب

"کبھی بھی علم نہ حاصل کرسکو گے جب تک "علم" کی عزت نہ کرو"

مرتبہ: محمد سلیمان قادری

اللہ اکبر۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

اما بعد۔ بھائی بات یہ ہے، سب سے پہلے آپ کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چھوٹی سی عمر میں اپنے دین کے لئے قبول کیا جب کہ اس عمر کے بچے کوئی اس وقت سینما میں ہوں گے کوئی لہو ولعب میں یا کچھ بھی کرتے ہوں۔ دین کا کام تو نہ کرتے ہوں گے۔ آپ دن کو قرآن بھی پڑھتے ہیں اور اب نماز پڑھی درسِ حدیث سنا اس زندگی کا پتہ نہیں آئندہ زندگی میں چلے گا۔ آئندہ زندگی سے مراد جوانی اور بڑھاپا ہیں۔ اس وقت اگر تم ماں باپ کی محنت سے یا از خود دین کی طرف مائل ہو گئے تو جوانی اور بڑھاپا بھی اچھے گزریں گے جس طرح بچپن کی اچھی خوراک کا پتہ جوانی میں اور بڑھاپے میں چلتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں! ارے بھائی میری صحت اس لئے اچھی ہے کہ میں نے بچپن میں خوب دودھ پیا۔ مکھن کھایا۔ ماں مجھ پر بڑی مہربان تھی۔ بچپن کی محنت، صحیح تربیت صحیح رجوع الی اللہ سے آئندہ زندگی پُر بہار اور مطمئن گزرے گی۔ آج کل تو انگریز کی سیاست نے مسلمان کو بے دین کر دیا۔ پہلے زمانے میں بڑے بڑے امراء، بادشاہ اور نوابوں کے ہاں بچوں کے لئے اساتذہ کے علاوہ تربیت کے لئے اتالیق ہوا کرتے تھے جو چوبیس گھنٹے بچے کے ساتھ رہتے۔ اس کو روٹی کھانے۔ پانی پینے۔ کپڑے پہننے بلکہ جس بات کا حکم اتالیق دیتے۔ بادشاہ یا نواب کی طرف سے یہ آرڈر ہوتا تھا کہ بچہ اسی کی بات مانے گا۔ اسی کی تربیت میں کام کرے گا۔ چنانچہ جن بچوں کی تربیت بچپن میں [illegible] ہوئی ان کی جوانی بڑھاپا۔ اللہ کی مرضی [illegible] گزرا بچو تم محسوس کرو یا نہ کرو۔ اس آدا[illegible] میں دینی نظام۔ سکول۔ کالج۔ قرآن بھی پڑھتے ہو۔ نماز روزے بھی۔ اللہ کا ذکر بھی کرتے ہو۔ تم میں اور بچوں سے کتنا فرق ہے۔ اس کا اثر تمہاری دنیاوی زندگی میں بھی ہوگا۔ دیکھو تم میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو سگریٹ پیتا ہو یا سینما دیکھتا ہو یا تاش کھیلتا ہو۔ شمع یا دوسرے گندے رسالے پڑھتا ہو۔ بچپن کی اس زندگی کا یہ اثر ہوگا کہ تم جوانی میں بھی یہ کام نہ کرو گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچپن میں قبول کر لیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک قبیلہ آکر مسلمان ہوا۔ آپؐ نے پوچھا تم میں سے کسی کو قرآن آتا ہے۔ انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ہم تو اب مسلمان ہو رہے ہیں ہمیں تو نہیں آتا۔ ایک چھوٹا سا بچہ کھڑا ہوگیا جو اسی قبیلہ کے ساتھ مسلمان ہونے کے لئے حاضرِ خدمت تھا۔ عرض کی یا رسول اللہ مجھے فلاں فلاں سورتیں زبانی یاد ہیں۔ آپؐ نے پوچھا بچے تجھے کس طرح یاد ہیں، عرض کی اے اللہ کے رسول میں بھی اسی قوم کا ایک فرد ہوں میں اس راستہ پر بکریاں چراتا ہوں جس راستے سے قافلے گزرتے ہیں۔ جب کوئی مسلمان وہاں سے گزرتا تو میں اس سے کہتا چچا، ماموں، آج جو آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر آئے ہیں وہ مجھے بھی سکھائیں۔ وہ میرے سامنے پڑھتے مجھے یاد ہو جاتا۔ میں بکریاں بھی چراتا اور ساتھ ساتھ اسے بھی پکارتا رہتا۔ فرمایا امام الانبیاءؐ نے یہ تمہارا امام ہے جب تک نہیں قرآن نہیں آتا۔ یہ تمہیں نماز پڑھائے گا (حالانکہ نابالغ کی امامت جائز نہیں لیکن آپؐ شارح ہیں آپؐ فرمائیں تو جائز ہے۔ یہ اس بچے کی خصوصیت تھی وہ قبیلہ واپس ہوا۔ اپنے گاؤں پہنچے۔ نماز کے وقت بچے نے نماز پڑھائی۔ لیکن وہ بچہ اتنا چھوٹا تھا۔ سات۔ آٹھ یا زیادہ سے زیادہ نو سال کا ہوگا۔ کہ اس کی شلوار نہ تھی اس لئے جب وہ سجدے میں گیا تو وہ ننگا ہو گیا۔ اس پر یہودیوں کی عورتوں نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ اپنے امام کی شلوار تو بنا دو۔ اس وقت اس بچہ کی شلوار کے لئے مسلمانوں نے آپس میں چندہ کیا۔ یہ سب سے پہلا چندہ تھا اسلام میں جو امام کے لئے کیا گیا۔ تو بچو بچپن ہی میں دین سیکھ لینا بڑی خوشی کی بات ہے آج تم اپنے گھروں میں دیکھو تمہارے بڑوں کو اتنی سورتیں قرآن کی نہ آتی ہوں گی جتنی تمہیں آتی ہیں اور جتنے مسئلے تمہیں آتے ہیں اتنے ان کو نہ آتے ہونگے علم حاصل کرنے کے بارے میں چند مفید باتیں آپ کو بتاتا ہوں۔

حصولِ علم کیلئے اصول و قوانین

(۱) کبھی بھی علم نہ حاصل کر سکو گے جب تک "علم" کی عزت نہ کرو گے۔ اسے یقین کے ساتھ پڑھو بیگار مت سمجھو، محبت و چاہت کے ساتھ پڑھو گے تو علم آئے گا۔

(۲) استاد کا ادب کرو، خواہ کوئی استاد بھی ہو انگریزی کا ہو۔ جغرافیہ کا ہو۔ حساب کا ہو۔ ہر استاد، استاد ہے۔ جب تم استاد کا ادب کرو گے تو استاد کو اچھے لگو گے جب استاد کو اچھے لگو گے تو تم کو محبت کے ساتھ پڑھائے گا۔ جب محبت کے ساتھ پڑھائے گا تو ہر بات دل میں اترے گی۔ اگر ادب نہ کرو گے تو استاد کی نگاہ میں گر جاؤ گے وہ بے توجہی سے پڑھائے گا۔ جس سے تمہارا دل پڑھنے سے اکتا جائے گا اور تم نتیجہ کے طور پر محروم رہ جاؤ گے اس لئے کہ۔ ؏ بے ادب محروم از فضلِ رب +

بے ادب کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے محروم رکھتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے اساتذہ کا دل سے ادب کیا۔ انہوں نے علم و عمل سے وافر حصہ پایا۔ اور دنیا میں چمکے۔ میرے جتنے بھی استاد ہیں کوئی مجھ سے ناراض نہیں۔ یہ جلالین میں میرے استاد ہیں مولانا سعدالدین صاحب رح میں نے ان سے شرح جامی پڑھی تھی اب فوت ہو گئے ہیں۔ میں باقاعدہ چھٹی لے کر ان کے مزار پر دعا کے لئے حاضر ہوتا ہوں۔ زندگی میں جب بھی کبھی حاضر ہوتا بڑی شفقت فرماتے، فرماتے کہ پڑھنے کے بعد کوئی طالب علم نہیں آتا۔ صرف تم ہی آتے ہو۔ اسی طرح حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ میرے مربی اور استاد ہیں۔ میں نے ان کی جوتیاں بھی چومی ہیں، پاؤں نہیں جوتیاں، چونکہ میں کند ذہن تھا۔ شائد اس طرح اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائیں ایک دفعہ حضرت حجامت بنوا رہے تھے تو میں نے آپ کے ناخن اور بال سنبھال لئے اور ایک شیشی میں بند کر کے شیشی کو عطر سے بھر دیا۔ یہ سب کچھ میں العیاذ باللہ۔ استغفراللہ اللہ بچائے فخر یا ریا کے طور پر نہیں کہہ رہا۔ میں نے آج تک یہ باتیں کسی کو نہیں بتائیں چونکہ قاری صاحب نے اس مجلس کا اہتمام کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ جب یہاں سے اٹھیں تو کچھ اثر لے کر اٹھیں اس لئے بزرگوں کے واقعات آپ کے سامنے بیان کئے ہیں یہ سب آج جو کچھ ہے یہ اللہ کا فضل اور ان بزرگوں کی دعاؤں کا اثر ہے۔ ورنہ بھائی میری کیا ہستی ہے۔ جس کو انگریزی کا ایک لفظ نہ آتا ہو۔ اسے کون گزیٹڈ آفیسر بناتا ہے میرے متعلق سارے مغربی پاکستان کی یونیورسٹیوں نے منظوری دی ہے آج تو فسٹ ڈویژن ایم اے ہو پھر پبلک سروس کمیشن لے

منظور کرے تب جا کر کچھ کام بنتا ہے اس کے بعد پھر کنفرم ہی نہیں کرتے ہیں جب کا ملازم ہوا۔ اسی دن سے کنفرم ہوں۔ حالانکہ میں ورنیکلر مڈل ہوں۔ مجھے انگریزی نہیں آتی۔ جب کوئی نوٹس آتا ہے تو کالج کے لڑکوں سے پڑھواتا ہوں اور دینی علم بھی کوئی نہیں جانتا پھر یہ کیا چیز ہے۔ یہ سب بزرگان دین کی توجہ اور ان کی دعاؤں کا اثر ہے بلکہ میری وصیتوں میں ایک بات یہ بھی ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے بچوں کے لئے لازم ہے کہ وہ میرے اساتذہ کے مزاروں پر جا کر دعا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر بھی مہربانی فرمائے۔ تو بچو! استاد کا ادب بہت ضروری ہے۔ استاد اگر کوئی غلط بات بھی کر دیں چونکہ بعض استاد حلیم الطبع اور بعض تیز طبیعت کے ہوتے ہیں تو اس طریقے پر برداشت کرو کہ استاد محسوس بھی نہ کرے۔ بچو! کتاب کو نہیں "استاد کو پڑھنے کی کوشش کرو" تو استاد کا تمام تر علم اور اس کی صلاحیتیں تم میں منتقل ہو جائیں گی۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ اپنی عمر عزیز کو بڑا ہی ضروری سمجھو (حضرت مدظلہ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی) اس کے اوپر کسی چیز کو نہ سمجھو۔ نیز سبق کے وقت کوئی دوسرا کام نہ کرو۔ خواہ وہ کالج کے سبق کا وقت ہو یا سکول کے یا دین کے سبق کا وقت ہو۔ راس المحققین استاذ العلماء حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے کہ وہ ایک ہاتھ سے آٹا گوندتے اور ایک ہاتھ میں کتاب ہوتی مطالعہ کرتے۔

(ب) **اپنی درسگاہ کا ادب کرو:۔** آج دیکھئے دیو بند کو کون چمکاتا ہے وہی تو ہیں جو وہاں سے فارغ ہو کر آئے۔ جو اس باغ کے پھل ہیں وہ دنیا میں اس کا نام روشن کرتے ہیں۔ دیکھئے میں نے آپ کے سامنے اپنے شیخ کی تعریف بیان کی اس لئے کہ تمہارے دلوں میں بھی میرے استاد کی عزت گھر کر جائے۔ خواہ کچھ بھی نہ ہو۔ یہ ایک عقیدت ہوتی ہے۔ آپ باہر جا کر لوگوں سے کہتے پھریں کہ قاری صاحب بڑ مارتے ہیں تو یہ تمہارے مدرسہ اور درس گاہ کی عزت ہوئی یا بے عزتی۔ دیکھئے ایک آدمی کا باپ موچی ہو یا حجام ہو۔ اور اسے کوئی کہے کہ واہ بھئی واہ تیرا بھی کوئی باپ ہے جو حجام کا کام کرتا ہے کیا وہ برداشت کرے گا۔ ہرگز نہیں وہ تو کہے گا خواہ کچھ بھی ہو میرا تو باپ ہے، دیکھئے باپ کی عزت کرتے ہیں خواہ حجام ہی کیوں نہ ہو۔ حالانکہ باپ صرف روٹی کما کر دیتا ہے اور استاد یا معلم۔ ایمان اور علم کی دولت کما کر دیتا ہے اور زندگی بخشتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رباعی ہے۔ ؎

مَن علمنی حرفا فھو مولائی
ان شاء اعتقنی و ان شاء باعنی

(ترجمہ) جس نے مجھے ایک حرف بھی پڑھایا وہ میرا مالک ہے۔ چاہے مجھے بیچ دے چاہے چھوڑ دے۔ آپ کے اخلاق آپ کے کردار آپ کی صورت آپ کی سیرت آپ کے معاملات واضح کر دیں کہ تم اچھے بچے ہو۔ تمہاری چال کو دیکھ کر لوگ پوچھیں بھائی یہ کون جا رہا ہے۔ جی یہ مدرسہ جامعہ مدنیہ کا متعلم ہے۔ یار بڑا اچھا مدرسہ ہے یاد رکھئے تمہاری عزت سے تمہارے مدرسہ کی عزت ہے اور تمہاری بے عزتی سے تمہارے مدرسہ کی بے عزتی ہے۔ دیو بند باعث عزت اپنے "قارئین کی وجہ سے بنا۔ جس کارخانے کے برتن اچھے بنے ہوئے ہوں وہ ہر ایک کی نگاہ میں اچھا سمجھا جاتا ہے۔ تم تو کوشش کرو کہ مدرسہ کا چندہ زیادہ ہو۔ اب ڈیڑھ دو سو روپیہ ماہوار خرچ ہے۔ یہ اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے کوئی نیا آدمی محلہ میں آئے اس سے بات چیت کرو خود آپس میں چندہ اکٹھا کرو یہ ایک احساس ہے جب کوئی لڑکا اس طرح کر گیا تو اسے یہ احساس پیدا ہو گا کہ بھائی یہ میرا مدرسہ ہے اگر یہ نہ کر سکو تو مدرسے کا کردار تو کم از کم بلند کرو۔ آج دیکھو سیٹھی صاحب آئے ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے بچوں نے انہیں قرآن سنایا وہ بڑے خوش ہو کر گئے ہیں۔ یہ تو ابھی ابتدا ہے تم انشاء اللہ دیکھو گے کہ جامعہ کتنی ترقی کرے گا۔ سب سے ضروری اور لازمی بات جو ہے وہ تقویٰ ہے۔ تم جتنے نمازی ہو گے۔ پاکیزہ روح، پاکیزہ اخلاق ہو گے گناہوں سے بچو گے اتنا ہی دین زیادہ اثر کریگا۔ گھر میں ماں باپ کا کہا مانو گے گھر سودا سلف لا کر دو گے۔ بڑے چھوٹے کا لحاظ کرو گے۔ غرضیکہ تمہاری زندگی نمونہ بن جائے خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر دیکھو تم کس طرح کامیاب ہو گے۔ کامیابی خود تمہارے قدم چومے گی۔ اب وقت کافی گزر چکا ہے۔ اب دعا کرو اللہم ہمیں ان سب باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے اس مدرسہ کو اللہ تعالیٰ ایک لازوال دینی درس گاہ بنائے اور اسے مزید ترقی عطا فرمائے اور باقی مدارس کو جہاں جہاں دین کے کام ہو رہے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو بھی ترقی عطا فرمائے۔ و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سید الانبیاءِ و المرسلین مولانا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین ۔ برحمتک یا ارحم الراحمین ط

اطلاع عام

اہل اسلام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ عبدالمعطی جس کا سابق نام فضل حسین ہے رنگ گورا بھورا چہرہ پر باریک باریک نشان ہیں اسی سال چکوال میں ایک مدرسہ عثمانیہ بنایا ہے جس کے لئے پنجسالہ منصوبہ کا اشتہار بھی شائع کیا ہے اور چندہ مانگتا پھرتا ہے۔ اکثر مقامات سے اطلاع ملی ہے کہ وہ اپنے مدرسہ کو حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی زیر پرستی کہہ کر چندہ اکٹھا کرتا ہے۔ حالانکہ حضرت قاضی صاحب نے ایک سال ہوا اس کو اپنی جماعت سے ایک چوری کی بنا پر خارج کر دیا۔ جس کا اعلان جمعہ کے موقعہ پر بھی فرما دیا۔ میں دینی مفاد کی خاطر اعلان کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو ایسے شخص کی معاونت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

احمد حسین ناظم اعلیٰ جمعیت علمائے اسلام چکوال

اسلامیہ پرائمری سکول کا افتتاح

موجودہ مدارس میں بڑی حد تک اسلامی تعلیم کے فقدان اور نئی پود میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی اور دینی تعلیم سے بے رغبتی کے پیش نظر اجلاس میں انجمن کی طرف سے اسلامیہ پرائمری سکول کے نام سے ایک سکول کھولنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جس میں پانچویں جماعت تک مروجہ نصاب کے ساتھ ساتھ اسلامی نقطۂ نظر سے بچوں کے اخلاق و کردار کی تعمیر و تشکیل کے سلسلے میں دینی تعلیم و تربیت کا بھی مناسب اور معقول انتظام ہو گا۔

نوٹ :۔ درجۂ حفظ کے طلباء کا داخلہ شروع ہے۔ بیرونی طلباء کے قیام و طعام و دیگر ضروریات کا کفیل مدرسہ ہو گا۔

بقیہ :- مجلس ذکر

کرتا ہے۔ کھیتوں کی آبیاری کرتا ہے ان کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ دن رات اسی فکر میں لگا رہتا ہے کہ میری فصل پک جائے اور مجھے گندم حاصل ہو جائے۔ لیکن گندم کے ساتھ ساتھ بھوسہ وغیرہ خود بخود پیدا ہو جاتا ہے جو بیلوں اور جانوروں کو مفت رزق مہیا ہو جاتا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ جس طرح بیلوں اور جانوروں کو خود بخود محنت و مشقت کئے مفت رزق (بھوسہ) مل جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مجھ کو مفت رزق عطا فرما دیتے ہیں۔ ہمارا کام صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کرنا ہے۔ جب ہم اللہ کے دین کی خدمت کرتے ہیں صرف اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے۔ تو وہ ہمیں کیسے بھوکا رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات نے اس توکل اور اعتماد علی اللہ پر پھر حضرتؒ کو دنیا کی ہر نعمت عطا فرمائی۔ ۱۱ مرتبہ حج کرنے کی توفیق عطا فرمائی یہ سب انعامات الٰہی دین کو محبوب، مطلوب اور مقصود بنانے سے حاصل ہوتے۔ حضرتؒ ہر وقت اور ہر لمحہ اللہ کے دین کی اشاعت میں مصروف رہتے۔ ہمہ وقت ذکر اللہ میں شاغل رہتے۔ عوام و خواص کی اصلاح فرماتے۔ ان کی ساری زندگی جہاد فی سبیل اللہ اور دین کی اشاعت میں گزری۔ کئی مرتبہ حق کے لئے جیل جانا پڑا۔

حضرتؒ جیل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہاں یاد الٰہی کرنے کو کافی وقت مل جاتا تھا۔ حضرتؒ کا جیل میں بھی یاد الٰہی میں مشغول رہنے کا پھل یہ نکلا کہ جیلر اور اس کی بیوی گناہوں سے تائب ہو گئی۔

معزز حضرات! آپ اپنی صحت و تندرستی کو غنیمت سمجھیں۔ ایک ایک لمحہ زندگی قیمتی ہے۔ اس کی قدر کریں۔ یاد الٰہی میں شاغل رہیں۔ تنہائی میں خوب کثرت سے ذکر اللہ کریں۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کریں۔ وقت ملے تو دوسروں کی بھی اصلاح کریں۔ رزق کے لئے بھی کوشش کریں۔ لیکن اسے مقصود، محبوب اور مطلوب نہ بنائیں۔ اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھیں۔ راہ خدا میں جہاد کے لئے تیار رہیں۔

یہودیوں کی طرح نہ بنیں۔ جو کہتے تھے کہ اے موسیٰ علیہ السلام تم اور تمہارا خدا میدان جنگ میں لڑے ہم تماشا دیکھیں گے۔ آج بالکل یہودیوں کی طرح مسلمان ہیں۔ کہ ہمارے ملک کی فوج لڑیں ہم تماشا دیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ تبلیغ دین کرنے کی ہمت دے۔ (آمین)

بقیہ :- حضورؐ کا بصیرت افروز خطبہ

(۴۵) وَمَنْ يَكْظِمِ الْغَيْظَ يَأْجُرْهُ اللّٰهُ
جو غصہ کو پی جاتا ہے خدا اسے اجر دیتا ہے۔

(۴۶) وَمَنْ يَّصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعَوِّضْهُ اللّٰهُ
جو نقصان پر صبر کرتا ہے خدا اسے اجر دیتا ہے۔

(۴۷) وَمَنْ يَّتَّبِعِ السُّمْعَةَ يُسَمِّعِ اللّٰهُ بِهٖ
جو چغلی کو پھیلاتا ہے خدا اس کی رسوائی عام کر دیتا ہے۔

(۴۸) وَمَنْ يَّصْبِرْ يُضَعِّفِ اللّٰهُ لَهٗ
جو صبر کرتا ہے خدا اسے بڑھاتا ہے۔

(۴۹) وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ يُعَذِّبْهُ اللّٰهُ
جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے خدا اسے عذاب دیتا ہے۔

(۵۰) وَمَنْ يَّسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَغْفِرْ لَهٗ
اور جو کوئی اللہ سے بخشش مانگتا ہے اللہ اسے معاف کر دیتا ہے۔

پھر تین دفعہ استغفار پڑھ کر آنحضرتؐ نے اس خطبہ کو ختم فرمایا۔

(ماخوذ از زاد المعاد جلد ا صفحہ ۶۲ ۴ بیہقی فی الدلائل و حاکم من حدیث عقبہ بن عامر)

بقیہ :- خدا کے ہاں کا ثواب

گذرے۔ جن میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی بیوی والا زنا کرے تو اس کو سنگ سار کیا جائے اس پر لوگوں نے کہا اور اگر آپ خود زنا کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر میں زنا کروں تو مجھے بھی سنگ سار کیا جائے لوگوں نے کہا کہ آپ نے زنا کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (تعجب سے) فرمایا کہ میں نے؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں آپ نے اور یہ کہہ کر اس عورت کو بلا کر اس سے پوچھا کہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتی ہے۔ حضرت موسیٰ نے بھی اس کو قسم دے کر فرمایا کہ تو کیا کہتی ہے۔ اس عورت نے کہا کہ جب آپ قسم دیتے ہیں تو بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھ سے اتنے اتنے انعام کا وعدہ کیا ہے کہ میں آپ پر الزام لگاؤں آپ اس الزام سے بالکل بری ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام روتے ہوئے سجدے میں گر گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سجدہ ہی میں وحی آئی کہ رونے کی کیا بات ہے۔ تمہیں ان لوگوں کو سزا دینے کے لئے ہم نے زمین پر تسلط دے دیا۔ تم جو چاہو ان کے متعلق زمین کو حکم فرماؤ۔ حضرت موسیٰؑ نے سجدے سے سر اٹھایا اور زمین کو حکم فرمایا کہ ان کو نگل جا اس نے ایڑیوں تک نگلا تھا کہ وہ عاجزی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارنے لگے۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر حکم دیا کہ ان کو دھنسا دے۔ حتیٰ کہ لوگ گردن تک دھنس گئے۔ پھر بہت زور سے وہ حضرت موسیٰؑ کو پکارنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر زمین کو یہی فرمایا کہ ان کو لے لے وہ سب کو نگل گئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ وہ تمہیں پکارتے رہے اور تم سے عاجزی کرتے رہے۔ میری عزت کی قسم اگر وہ مجھے پکارتے اور مجھ سے دعا کرتے تو میں ان کی دعا کو قبول کر لیتا۔

بچوں کا صفحہ

دو مجاہد لڑکے

زاہد اشرف۔ جناح کالونی لاہور

پیارے نبیؐ کے زمانہ کا ذکر ہے۔ آپ ہجرت کرکے مدینے جاچکے تھے۔ مگر دشمن وہاں بھی چین سے نہ رہنے دیتے تھے۔ ایک سال دشمنوں نے بہت بڑی فوج تیار کی۔ اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ ادھر مسلمانوں نے بھی جنگ کی تیاری شروع کی۔

مرد عورتیں اور بچے سب دین کے فدائی تھے۔ سبھی بڑھ بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کرنے لگے مگر حضورؐ نے بچوں کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ ابھی تم بچے ہو جب بڑے ہو جاؤ گے، اس وقت جہاد کرنا۔

بچوں میں ایک کا نام رافع تھا۔ اس کو حضورؐ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ تمہارا قد ابھی چھوٹا ہے۔

رافع کو جہاد میں شریک ہونے کا بہت شوق تھا۔ یوں بھی تھا بڑا ذہین فوراً ایک ترکیب سوجھی، حضورؐ کے سامنے آیا۔ پنجوں کے بل کھڑا ہو گیا اور اونچا ہو کر کہنے لگا۔

"یا رسول اللہ! میں تو بڑا ہوں میں اپنی تلوار سے دشمنوں کا خاتمہ کر دوں گا"

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کا شوق دیکھ کر اُسے فوج میں بھرتی کر لیا۔ اتنے میں ایک اور لڑکا جس کا نام سمرہ تھا، آگے بڑھ کر کہنے لگا۔

"یا رسول اللہ! مجھے بھی فوج میں شامل کر لیجئے۔ لڑائی تو طاقت سے ہوتی ہے۔ اور میں رافع سے زیادہ طاقت ور ہوں، قد چھوٹا ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ رافع سے کشتی کرا کے دیکھ لیجئے"

حضورؐ نے سمرہ کی یہ بات منظور فرمالی۔ دونوں میں کشتی ہوئی۔ سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ اب تو وہ بھی اسلامی فوج میں بھرتی ہو گیا۔

اللہ ان بہادروں سے راضی ہو۔

ایک صحابی کا ایثار

ایک دفعہ ایک آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بھوک لگنے کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اپنے گھر میں بھیجا مگر وہاں کچھ نہ پایا تو آپؐ نے اپنے صحابہ سے کہا کہ ان سب میں سے کون اس آدمی کی مہمان نوازی قبول کرے گا۔ تو ایک انصاری صحابی تھے انہوں نے کہا کہ میں اس کی مہمان نوازی کروں گا اور وہ ان کو گھر لے گئے۔ اور اپنی بیوی سے کہا کہ اس کی جتنی بھی خاطر ہو سکے کرو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے۔ بیوی نے کہا کہ بچوں کے لئے تھوڑا سا سالن ہے۔ تو صحابی نے کہا کہ بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دو۔ اور جب بچے سو جائیں تو کھانا مہمان کے آگے رکھ دینا اور چراغ کو ٹھیک کرنے کے بہانے بجھا دینا۔ میں ویسے ہی منہ چلاتا رہوں گا۔ چنانچہ بیوی نے ایسے ہی کیا۔ جب صبح ہوئی تو حضورؐ نے جب یہ واقعہ سنا تو بہت خوش ہوئے اور کہا کہ تم نے واقعی نیکی کا کام کیا ہے۔

نعت شریف

کتنی خوشیوں کی جِلا روزِ قیامت ہوگی
آقا جب تیرے غلاموں کو زیارت ہوگی

کتنے ذرّے تیرے کوچے کے ہوتے ہیں خورشید
کسے معلوم تھا انسان کی یہ عظمت ہوگی

جب بھی ہوں گے تیرے کوچے میں کبھی خاک بسر
ہم دوانوں سے خرد کو بھی محبت ہوگی

دشتِ ظلمات کو پُر نور کیا ہے سوچو!
اس سے روشن بھی کوئی اور حقیقت ہوگی

لب پہ اک نام ہے وہ نام محمدؐ ہے صمیم
لیتا رہتا ہوں کہ اس نام سے رحمت ہوگی

نظر حسین صمیم
ایبٹ آباد

بچوں کا صفحہ

دو مجاہد لڑکے

زاہد اشرف۔ جناح کالونی لائلپور

پیارے نبیؐ کے زمانہ کا ذکر ہے، آپؐ ہجرت کر کے مدینے جا چکے تھے۔ مگر دشمن وہاں بھی چین سے نہ رہنے دیتے تھے۔ ایک سال دشمنوں نے بہت بڑی فوج تیار کی۔ اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ ادھر مسلمانوں نے بھی جنگ کی تیاری شروع کی۔

مرد عورتیں اور بچے سب دین کے فدائی تھے۔ سبھی بڑھ بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کرنے لگے مگر حضورؐ نے بچوں کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ ابھی تم بچے ہو جب بڑے ہو جاؤ گے، اس وقت جہاد کرنا۔

بچوں میں ایک کا نام رافع تھا۔ اس کو حضورؐ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ تمہارا قد ابھی چھوٹا ہے۔

رافع کو جہاد میں شریک ہونے کا بہت شوق تھا۔ یوں بھی تھا بڑا ذہین فوراً ایک ترکیب سوجھی، حضورؐ کے سامنے آیا۔ پنجوں کے بل کھڑا ہو گیا اور اونچا ہو کر کہنے لگا۔

"یا رسول اللہ! میں تو بڑا ہوں میں اپنی تلوار سے دشمنوں کا خاتمہ کر دوں گا"۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کا شوق دیکھ کر اُسے فوج میں بھرتی کر لیا۔ اتنے میں ایک اور لڑکا جس کا نام سمرہ تھا، آگے بڑھ کر کہنے لگا۔

"یا رسول اللہ! مجھے بھی فوج میں شامل کر لیجئے۔ لڑائی تو طاقت سے ہوتی ہے۔ اور میں رافع سے زیادہ طاقت ور ہوں، قد چھوٹا ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ رافع سے کُشتی کرا کے دیکھ لیجئے"

حضورؐ نے سمرہ کی یہ بات منظور فرما لی۔ دونوں میں کُشتی ہوئی۔ سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ اب تو وہ بھی اسلامی فوج میں بھرتی ہو گیا۔

اللہ ان بہادروں سے راضی ہو۔

ایک صحابی کا ایثار

ایک دفعہ ایک آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بھوک لگنے کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اپنے گھر میں بھیجا مگر وہاں کچھ نہ پایا تو آپؐ نے اپنے صحابہ سے کہا کہ ان سب میں سے کون اس آدمی کی مہمان نوازی قبول کرے گا۔ تو ایک انصاری صحابی اٹھے اور کہا کہ میں ان کی مہمان نوازی کرونگا اور وہ ان کو گھر لے گئے۔ اور اپنی بیوی سے کہا کہ اس کی جتنی بھی خاطر ہو سکے کرو۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے۔ بیوی نے کہا کہ بچوں کے لئے تھوڑا سا سالن ہے۔ تو صحابی نے کہا کہ بچوں کو بہلا بہلا کر سُلا دو۔ اور جب بچے سو جائیں تو کھانا مہمان کے آگے رکھ دینا اور چراغ کو ٹھیک کرنے کے بہانے بجھا دینا۔ میں ویسے ہی منہ چلاتا رہوں گا۔ چنانچہ۔ بیوی نے ایسے ہی کیا۔ جب صبح ہوئی تو حضورؐ نے جب یہ واقعہ سُنا تو بہت خوش ہوئے اور کہا کہ تم نے واقعی نیکی کا کام کیا ہے۔

نعت شریف

کتنی خوشیوں کی جِلا روزِ قیامت ہوگی
آقا جب تیرے غلاموں کو زیارت ہوگی

کتنے ذرّے تیرے کوچے کے ہوتے ہیں خورشید
کسے معلوم تھا انسان کی یہ عظمت ہوگی

جب بھی ہوں گے تیرے کوچے میں کبھی خاک بسر
ہم دوانوں سے خرد کو بھی محبت ہوگی

دشتِ ظلمات کو پُر نور کیا ہے سوچو!
اس سے روشن بھی کوئی اور حقیقت ہوگی

لب پہ اک نام ہے وہ نام محمدؐ ہے صمیم
لیتا رہتا ہوں کہ اس نام سے رحمت ہوگی

نضل حسین صمیم
ایبٹ آباد

۷ مئی ۱۹۶۵ء

رجسٹرڈ ایل۔ نمبر ۶۰۴۷

Weekly "KHUDDAMMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

فون نمبر ۶۰۵۴۵

چیف ایڈیٹر عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری G/16321 مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری C.D.T.30-273-2481 مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء کوئٹہ بحکم بذریعہ چٹھی نمبر ۹/۲۹-۶۲/۲۰۰-DDA مورخہ ۲۴/۸/۶۲

نعت

سید احمد سحر شاہجہان پوری

فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم

عقدہ کشائے دینِ مطہر، صلی اللہ علیہ وسلم
حق کے مبشر، حق کے پیمبر، صلی اللہ علیہ وسلم

ماہِ درخشاں مہرِ منوّر، صلی اللہ علیہ وسلم
جلوہ نمائے خالقِ اکبر، صلی اللہ علیہ وسلم

جسمِ مبارک، نور کا پیکر روحِ مقدس طاہر و اطہر
سایۂ اقدس نور سے بڑھ کر، صلی اللہ علیہ وسلم

نورِ مجسم، افضل و اکرم مفخرِ آدم، ہادیٔ اعظم
رحمتِ عالم، شافعِ محشر، صلی اللہ علیہ وسلم

ذاتِ مقدس، صورتِ قرآں سیرتِ اقدس معنیٔ قرآں
صاحبِ قرآں، ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

دینِ محمد احسن و اکمل، خلقِ محمد، اعظم و افضل
احمدِ مرسل خلد کے رہبر، صلی اللہ علیہ وسلم

قاسمِ عرفاں، حاصلِ ایماں، اشرفِ انساں اقربِ یزداں
فخرِ رسولاں مالکِ کوثر، صلی اللہ علیہ وسلم

فرشِ زمیں سے اوجِ سما تک تحتِ ثریٰ سے عرشِ علا تک
عشقِ محمد حاکم و داور صلی اللہ علیہ وسلم

پوری سحر کی بس یہ دعا ہو تارِ نفس جب ٹوٹ رہا ہو
لب پہ ہو نامِ ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

(فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشرز چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا)

بچوں کا صفحہ

سفرِ آخرت قریب است

حاجی کمال الدین مدّرس - لاہور

خدامُ الدین کے نونہالو! مجھے معاف کرنا اگر میری باتوں سے آپ کے عیش و آرام میں خلل پڑے - اور بُرا نہ ماننا اگر میری گفتگو آپ کو بُری معلوم دے - میں آپ سے ایک بات پُوچھتا ہوں اور ایسی بات جو رات دن میں کئی دفعہ اپنے دِل سے پُوچھتا ہوں اور جس کے تصور سے لرز جاتا ہوں - سچ کہو آپ کے دل میں کبھی موت کا خیال بھی آتا ہے - کبھی سوچتے ہو کہ ایک دن آنے والا ہے جبکہ تمھارا دل چلتے چلتے ٹھہر جائے گا - تمھاری آنکھیں دیکھتے دیکھتے بے نور ہو جائیں گی - تمھارے ہاتھ پاؤں پتّھر اور مٹی کی طرح بے حس ہو جائیں گے - تمھارے سرہانے اور تمھارے گرد و پیش لوگ نوحہ و ماتم میں مصروف ہوں گے - اپنے عزیز سے عزیز غم کرنے والے کی ہچکیوں کو تم اپنی تسلّی سے بند نہ کر سکو گے - تم محبوب سے محبوب رخساروں کے آنسوؤں کو نہ پُونچھ سکو گے - دیکھنے والوں کے لیے تمھارا بے جان قالب ایک عبرت ہو گا - لوگ تم کو دیکھ دیکھ کر کلمہ شریف پڑھیں گے - قرآن کی تلاوت کریں گے اور بے ثباتی حیات کا سبق لیں گے -

اب زیادہ عرصہ تک تم اس گھر میں نہیں رہ سکو گے جس کے تم بلا شرکتِ غیرے مالک تھے اور جس کے در و دیوار پر تمھیں ہر طرح کا اقتدار حاصل تھا تمھیں غسل دیا جائے گا اور آرائشوں سے بھری ہوئی دُنیا کی طرف سے آخری لباس پہنایا جائے گا - تم کو چار آدمی چارپائی پر اُٹھا کر لے چلیں گے اور ایک جماعت تمھارے ساتھ ہو گی - تم جدھر سے گزرو گے لوگوں کے دل کانپ اُٹھیں گے اور ہر شخص کی زبان پر آئے گا - اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رٰاجِعُون - ہم خدا ہی کے لیے ہیں اور خدا ہی طرف ہمیں واپس جانا ہے - کچھ دور چل کر کسی مسجد کے سامنے تمھارا جنازہ رکھا جائے گا - نماز پڑھائی جائے گی اور خاموش فضا میں تکبیر کی آواز بلند ہو کر دلوں پر عبرت کی بارش کرے گی - اس کے بعد تمھیں قبرستان کی طرف لے چلیں گے - جہاں تمھاری قبر پہلے سے تیار ہو گی - تمھیں اس ننھے مکان میں اُتارا جائیگا - اور بے یار و مددگار، بے مونس و غمخوار - تنہا چھوڑ کر اُوپر سے تختے رکھ کر مٹی سے دبا دیا جائے گا - اس کی پروا نہیں کی جائے گی کہ ہوا نہ ہونے سے تمھارا دم گھٹ جائے گا - اس کا لحاظ نہ ہو گا کہ اندھیرے میں تم گھبرا جاؤ گے - اس کی پروا کوئی نہیں کرے گا کہ تم فرشِ خاک پر پڑے ہو اور تمھارے نیچے نرم بستر نہیں ہے - اس کا احساس کسی کو نہ ہو گا کہ بھوک کے وقت غذا اور پیاس کے وقت پانی تمھیں کیونکر میسّر آئے گا - اس بات کا غم نہیں کیا جائے گا کہ اگر دائیں بائیں سے کوئی سانپ بچھّو نکل آئے یا تمھیں کسی طرح کی دہشت یا اذیّت محسُوس ہو تو تم بیکسی کے عالم میں کیا کرو گے - غرض لوگ تمھیں اس حالت میں چھوڑ کر اور فاتحہ پڑھ کر چلے آئیں گے اور خُدا کا شکر ادا کریں گے کہ اُنھوں نے تمھیں سپردِ خاک کر کے ایک بڑے فرض سے سبکدوشی حاصل کی ہے -

دُنیا تمھارا نام زندوں کی فہرست سے نکال کر مُردوں کی فہرست میں درج کرے گی - احباب و اقربا تمھیں چند روز یاد کر کے پھر ہمیشہ کے لیے بھُول جائیں گے - والدین بہت روئیں گے - آخر کار مایوس ہو کر خاموش ہو جائیں گے -

پیارے بچّو! غور کرو! کیا کبھی تم نے اس آنے والے دن کا تصوّر کیا ہے - کیا تم کبھی سوچتے ہو کہ آغاز کی اِن دلفریبیوں کا انجام کے دامن میں پہنچ کر کیا حشر ہونے والا ہے - اگر تم غفلت کے سمندر میں ایسے غرق ہو کہ تمھیں اپنی موت کبھی بھُولے سے بھی یاد نہیں آتی تو تمھاری حالت قابلِ رحم و افسوس ہے - ضرور اس غفلت سے باز آ جاؤ - اس پستی سے ابھرو - اس گرداب سے نکلو اور اس آنے والی گھڑی کو ذرا دیر کے لیے بھی فراموش نہ کرو جس کا آنا قطعی اور یقینی ہے - اگر تم موت کو ہر وقت پیش نظر رکھو گے تو تمھیں بے شمار فوائد حاصل ہوں گے -

موت کو یاد رکھنے سے بہت بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ تمھارے دل میں وقت کی قدر پیدا ہو گی اور یہ زریں مقولے الوقتُ سیفٌ قاطعٌ (وقت ایک تیز تلوار ہے) اور گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں) جو آج تمھارے لیے بے معنی اور مہمل ہیں - یک بیک معنی خیز بن جائیں گے - تم کو وقت کی قیمت کا احساس ہو گا تو گویا غیبی خزانوں کی کنجیاں تمھارے ہاتھ آ جائیں گی - تم کو ہر وقت یہ خیال دامن گیر رہے گا کہ ہم کو دُنیا سے نامعلوم اور غیر معیّن مُدّت میں چلا جانا ہے - اس لیے کوئی لمحہ ضائع نہیں ہونا چاہیئے - تم برسوں کا کام مہینوں میں اور مہینوں کا کام دنوں میں انجام دینے لگو گے - تم کو ہر لحظہ یہ فکر رہے گی کہ دولت، عزّت، نیکنامی اور زادِ آخرت کے حصول میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے - ایسا نہ ہو کہ موت آ جائے - سفرِ آخرت کے وقت ہمارے دونوں ہاتھ خالی ہوں اور ہمیں حشر کے عظیم الشان مجمع میں اپنی تہی دستی پر پشیمان ہونا پڑے -

احباب و اقربا کے ساتھ تمھارے تعلّقات خوشگوار ہو جائیں گے - تم عرصہ کے بعد وطن جاتے ہو یا عرصہ کے بعد کوئی دوست چند روز کے لیے تمھارے پاس آتا ہے تو تمھیں تپاک اور محبت کے سوا کسی بات سے سروکار نہیں ہوتا - تم اس خیال سے کہ چند روز میں یہ واپس چلا جائے گا اس کی غلطیوں اور خطاؤں سے بھی درگزر کرتے ہو - پھر جب تم اپنے اور دُوسروں کے متعلّق موت کا یقین رکھو گے تو تمھارے دل میں کبھی نفرت و حقارت اور عداوت کا خیال بھی نہیں پیدا ہو گا - تم ہر وقت یہ سمجھتے رہو گے کہ یہ (بقیہ برصفحہ ۱۸)

۱۷ اگست ۶۳ء

۲۰

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

قرآن عزیز

تجزیۂ جدیدہ

رنگین — دیدہ زیب
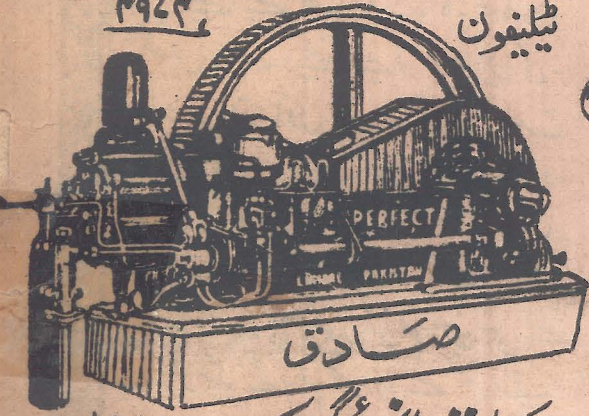
عکسی طباعت سے مزیّن

مرتّبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنتِ شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ھدیہ

مجلّد قسم اوّل	مجلّد قسم دوم	مجلّد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	مکینیکل گلیز کاغذ
۲۰/- روپے	۱۲/- روپے	۹/- روپے

محصولڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہو گا۔

فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔

وی۔پی نہ بھیجا جائے گا۔

تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

المعلن: ناظم شعبۂ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور